ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور
بانی
شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی
شیرانوالہ دروازہ لاہور
۲۶ فروری ۱۹۶۲ء
ڈیڑھ روپیہ
یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین ○ لاہور

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

ترجمہ و تشریح

حضرت مولانا احمد علی قدس سرہ

عَنْ جَابِرِؓ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّ بَیْنَ یَدَیِ السَّاعَةِ كَذَّابِیْنَ فَاحْذَرُوْهُمْ ـ (رواہ مسلم)

جابرؓ بن سمرہ سے روایت ہے کہا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپؐ فرماتے تھے، قیامت سے پہلے کئی جھوٹے پیدا ہوں گے ان سے بچنا۔

تشریح :۔ کذّاب سے مراد جھوٹی روایتیں بنانے والے یا جھوٹی نبوت کا دعوےٰ کرنے والے ہیں۔ مسلمانوں کا فرض ہے کہ ایسے بے ایمانوں کے دام سے اپنے آپ کو بچائیں۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ مُكَوَّرَانِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ ـ (رواہ البخاری)

ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سورج اور چاند قیامت کے دن لپیٹے جائیں گے۔

تشریح : جب تک انسان کا بقا عالم ناسوت میں مطلوب ہے اس وقت تک ان دونوں کی ضرورت ہے۔ جب جہاں فنا ہو جائے گا انہیں بھی ختم کر دیا جائے گا۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ یَّدْخُلُ الْجَنَّةَ یَنْعَمُ وَلَا یَبْأَسُ وَلَا یَبْلٰی ثِیَابُهٗ وَلَا یَفْنٰی شَبَابُهٗ ـ (رواہ مسلم)

ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص بہشت میں جائے گا نعمت پائے گا اور کوئی تکلیف نہیں اٹھائیگا اور نہ اُس کے کپڑے پرانے ہوں گے۔ اور نہ اُس کی جوانی فنا ہو گی۔

تشریح : اس فانی جہان میں جس طرح نعمتوں پر زوال آتا ہے مثلاً جوانی کے بعد بڑھاپا۔ نئی چیز کا پرانا ہو جانا۔ بہشت میں نعمت پر زوال نہیں آئے گا۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَدْخُلُ الْجَنَّةَ اَقْوَامٌ اَفْئِدَتُهُمْ مِثْلُ اَفْئِدَةِ الطَّیْرِ ـ (رواہ مسلم)

ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بہشت میں کئی قومیں ایسی داخل ہوں گی اُن کے دل پرندوں کے دلوں کے سے ہوں گے۔

تشریح : جس طرح پرندے کا دل نرم ہوتا ہے۔ اُسی طرح اُن کے دل اللہ تعالیٰ کے خوف سے نرم ہوں گے۔ بعض کی رائے ہے کہ جس طرح پرندہ اپنے رزق کی تلاش میں خدا تعالیٰ پر اعتماد کرتا ہے۔ اسی طرح وہ بھی متوکل علی اللہ ہوں گے (لمعات)

عَنْ اَبِیْ ذَرٍّؓ قَالَ سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ هَلْ رَاَیْتَ رَبَّكَ قَالَ نُوْرٌ اَنّٰی اَرَاهُ ـ (رواہ مسلم)

ابوذرؓ سے روایت ہے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کیا آپؐ نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟ آپؐ نے فرمایا وہ نور ہے میں اُسے کیسے دیکھ سکتا ہوں۔

تشریح : یہ لفظ اَنّٰی ہے ہمزہ کی فتح اور نون کی شد کے ساتھ اس حدیث کے سارے راوی اس طرح بیان کرتے ہیں۔ معنیٰ اس کے یہ ہیں کہ اس کی ذات کا حجاب نور ہے

(باقی ۲۷ پر)

ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور
پاکستان
جلد ۲۷ شمارہ ۳۵
جمعۃ المبارک یکم جمادی الاول ۱۴۰۲ھ
رئیس الادارہ
شیخ التفسیر حضرۃ مولانا عبید اللہ انور مدظلہ
مجلس ادارت
مولانا محمد اجمل قادری
محمد سعید الرحمٰن علوی
عبد الرشید انصاری — کراچی
ظہیر میر۔ ایم اے ایل ایل بی
سرکولیشن منیجر
احسان الواحد
دفاتر
کراچی
انجمن خدام الدین بلڈنگ
ہلی جونی ناظم آباد کراچی
لاہور
خدام الدین مرکز
اندرون شیرانوالہ دروازہ
فون ۶۴۹۹۴
بدل اشتراک
سالانہ — ۶۵ روپے
ششماہی — ۳۳ روپے
سہ ماہی — ۱۷ روپے
فی پرچہ ڈیڑھ روپیہ
سالانہ خریداری برائے غیر ممالک
بذریعہ رجسٹرڈ ڈاک
سعودی عرب — ۲۰۰ روپے
کویت، اومان، شارجہ، دوبی، اردن، شام — ۲۴۰ روپے
انگلینڈ، یورپ — ۲۹۰ روپے
امریکہ، آسٹریلیا، کینیڈا — ۳۶۵ روپے
افریقہ (جنوبی) — ۴۰۵ روپے
ہندوستان، افغانستان — ۱۶۰ روپے
ناشر مولانا عبید اللہ انور طابع الٰہی بخش
مطبع کامو پرنٹرز ۴۸۰۔ ڈی موری گیٹ لاہور

حضرت الامام لاہوری قدس سرہ

۴۰ برس ہو گئے اس مردِ درویش کو ہم سے رخصت ہوتے، جو دنیائے فقر و تصوف کا امام تھا جو قافلۂ حریت کا سالار تھا۔ جو اس دیار میں دعوتِ دینی کا علمبردار اور نغمۂ حجازی کا حدی خواں تھا۔

اس مردِ درویش کو **احمد علی** کہتے اور آج کروڑوں عقیدت مند انہیں شیخ التفسیر اور امام الاولیاء کے القابات سے یاد کرتے ہیں۔ اس نے سندھ اور یو۔ پی میں زندگی کے ابتدائی ایام گذارے۔ پھر اسے لاہور میں نظربند کر دیا گیا لیکن اس کی نظربندی لاہور کے لئے بالخصوص اور پورے خطہ کے لئے بالعموم رحمت الٰہی ثابت ہوئی۔ اس وقت یہاں فقر و تصوف کی دنیا میں بہتیرے لوگ موجود تھے۔ لیکن انگریزی سطوت کی مکروہ نشانی جنرل اڈوائر کو سپاس نامے پیش کرنا، انگریزی فوج میں اپنے عقیدت مندوں کو بھرتی کرانا، اور غلامانِ محمدؐ عربی علیہ السلام کے خلاف تکفیری مہم چلانا ہی ان کے مشاغل تھے۔ اس مردِ خدا نے قرآن و سنت کی روشنی میں تزکیہ و احسان کی وہ جوت جگائی کہ لاتعداد لوگوں کو ذکر و فکر الٰہی کا عادی و رسیا بنا دیا۔ اور نہ صرف ذکر و فکر کا عادی بنایا بلکہ ان میں ایسی روحِ حریت پھونکی کہ وہ اس تاریخی صداقت کے مصداق قرار پاتے کہ:۔

"ان کی راتیں مصلّٰی پر تو دن گھوڑے کی پیٹھ پر گذرتے ہیں"

اس مردِ خدا نے تن تنہا آزادی کے بعد یہاں اسلامی قوتوں کو منظم کیا۔ اس کے اخلاص کی بدولت اسے اچھے رفقا کی ایک ٹیم میسر آ گئی اور پھر اس ملک میں استبداد و طاغوت کے خلاف اس قافلہ کی محنتیں یوں رنگ لائیں کہ کسی کو اسلام اور اسلامی روایات کے خلاف لب کشائی کی جرأت نہ ہو سکی۔

وہ مردِ درویش اپنی حیات مستعار کے شب و روز گذار کر اپنے رب کے حضور پہنچ گیا لیکن ہمارے لئے ایک شاہراہ حیات متعین کر گیا۔

یہ وہی شاہراہ حیات ہے جو امام الانبیا علیہ السلام نے "صراط مستقیم" کی شکل میں طے فرمائی تھی اور پھر صحابہؓ و تابعین، محدثین، مفسرین، اولیاء و صلحاء کی ایک بڑی تعداد نے اس راہ پر اپنی جانیں کھپا دیں۔ آج ہمارا بھی یہی فرض ہے کہ اسی میں دارین کی سعادتوں کا راز مضمر ہے۔

حضرت لاہوری قدس سرہٗ سے تعلق و عقیدت کا حق اسی طرح ادا ہو سکتا ہے کہ جن مقاصد کے لئے وہ جئے ہم بھی ان مقاصد کے لئے سرگرم عمل ہو جائیں اور اس راہ میں آنے والی ہر مشکل کو خندہ پیشانی سے برداشت کر کے ثابت کر دیں کہ ہم ان کے سچے نام لیوا ہیں۔ ؏

ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

بٹ خیلہ کے مدرسہ کی چھت گر گئی۔ کئی معصوم بچے چھت تلے دب کر اپنے والدین کے لئے ذخیرۂ آخرت بن گئے۔ ہمارا دل زخمی و مجروح ہے اللہ تعالےٰ ان کے والدین و متعلقین کو صبر و اجر عطا فرمائے۔ ان معصوم کلیوں کو اللہ رب العزت والدین کے لئے ذخیرۂ آخرت بنائے۔

اسی طرح وفاقی شرعی عدالت کے جج جناب درانی صاحب کا حادثہ میں شکار ہونا ایک بڑا المیہ ہے۔ موصوف بڑی خوبیوں کے مالک تھے۔ ہم نے بعض مواقع پر ان کی تقاریر سنیں اور جلسوں کے دوران جب کہ بڑے بڑے جغادری اسلام کی خوبیوں پر تقاریر میں مصروف ہوتے تھے۔ انہیں اس دھمال چوکڑی سے نکل کر خدا کے حضور سر جھکاتے دیکھا۔ خدا ان کی روح کو طمانیت نصیب فرمائے ان کے پسماندگان و متعلقین کو صبر و اجر عطا فرمائے۔

اللھم اغفر لھم وارحمھم

مساجد نوحہ کناں ہیں

لاہور اور ملک کے مختلف شہروں میں ایک طبقہ نے مساجد

(باقی ۲۷ پر)

ہمارے اسلاف

ہیں خاکِ ہند میں کچھ نقشِ پا اُن رہ نوردوں کے
ادب سے چومتے جن کو ہیں دشت و کوہسار اب تک
کوئی تھا گنج بخش اُن میں کوئی گنجِ شکر اُن میں
خزانے معرفت کے ہیں نہاں زیرِ مزار اب تک
ہُوا ہندوستاں جنّت نشاں جن کی فضاؤں سے
نہ آئی جا کے ان باغوں میں پھر فصلِ بہار اب تک

(خوشی محمد ناظر)

ظاہر مت کر!

اپنے دل کا راز ———
کسی کا عیب ———
امانت کی بات ———
اپنے گھر کا جھگڑا ———
دشمنی میں پوری قوت ———
مانگنے میں زیادہ ضرورت ———

آتی ہے!

عیاشی سے مفلسی ———
جہالت سے بے دینی ———
کفایت شعاری سے راحت ———
بد پرہیزی سے بیماری ———
مشورہ کے بغیر ندامت ———
دستِ سوال میں ذلّت ———
بے ادبی میں بدنصیبی ———
مداومتِ عمل سے استقامت ———

(حدیث و آثار)

سیرتِ نبوی قرآنی

خُطبہ جُمعہ
ضبط و ترتیب : علوی

غزواتِ نبویؐ (۳)

بعد از خطبہ مسنونہ:۔

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم:—

اَلَّذِیْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰہِ وَالرَّسُوْلِ مِنْ بَعْدِ مَآ اَصَابَھُمُ الْقَرْحُ الخ (آل عمران)

محترم حضرات! حضور سرورِ کائنات علیہ السلام کی زندگی میں خود آپؐ کی قیادت میں اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے جو جنگیں ہوئیں ان میں سے بدر و اُحد کے واقعات صرف قرآن کی روشنی میں آپ سماعت فرما چکے —— اس سلسلہ کی اگلی گفتگو آج سماعت فرمائیں:۔

غزوۂ بدر ثانیہ اور صحابہ کرامؓ کا جذبۂ جاں نثاری

اُحد کا واقعہ جس میں مسلمانوں کو اچھی خاصی مصیبت سے دو چار ہونا پڑا۔ اس سے بالکل متصل ایک واقعہ قرآن نے بیان کیا جس کو اہلِ سیر "غزوہ بدر ثانیہ" کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ تاریخی طور پر یہ واقعہ اُحد کی جنگ سے تھوڑے عرصہ بعد پیش آیا۔ یعنی ذی قعدہ ۴ھ ہجری اپریل ۶۲۶ء۔ اس موقعہ پر مسلمانوں کی تعداد محض ۱۶۰ تھی یعنی ۱۰ سوار اور ۱۵۰ پیدل جبکہ کافر دو ہزار پیدل تھے تو ۵۰ سوار۔ اس کا پس منظر یہ تھا کہ مکی لیڈروں نے اپنے لوگوں کے ذریعہ مدینہ طیبہ میں ایسا پروپیگنڈا کرایا جس کا مقصد یہ تھا کہ مسلمان اعصابی طور پر خوف و ہراس کا شکار ہو جائیں۔ کہا یہ گیا کہ اب مسلمان ہماری طاقت سے ٹکر نہیں لیں گے۔ یہ صحیح ہے کہ مسلمان زخم خوردہ تھے۔ لیکن ان کے حوصلے جوان تھے ان کی ہمتیں بلند تھیں، جذبۂ ایمان سے وہ سرشار تھے۔ اس لئے یہ باتیں ان پر اثر انداز نہ ہوتی تھیں اس لایعنی پروپیگنڈا کا عملی جواب دینے کی غرض سے قائد افواج اسلامیہ امام الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ و اصحابہ وسلم مدینہ طیبہ سے نکل کر بدر تک تشریف لائے —— ابو سفیان جو ہنوز مسلمان نہ ہوئے تھے مکی افواج کا لشکر لے کر آیا لیکن کچھ دور چل کر واپس چلا گیا مقابلہ کی ہمت نہ ہوئی اور مسلمان شاداں و فرحاں بغیر کسی نقصان واپس چلے گئے۔

دیکھیں قرآن عزیز پر غور کریں۔ مسلمان مجاہدین کی جرأت و عزیمت اور تعلق مع اللہ کا نقشہ کس مؤثر انداز میں کھینچتا ہے —— ابتدائی آیات کا ترجمہ ملاحظہ ہو:۔

"یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ اور اس کے رسولؐ کا کہنا مان لیا اس کے باوجود کہ انہیں زخم لگ چکا تھا ان میں سے جو نیک و متقی ہیں (اور وہ سب ہی ہیں) ان کے لئے اجرِ عظیم ہے: یہ ایسے لوگ ہیں کہ ان سے کہنے والوں نے کہا کہ لوگوں نے (اہل مکہ نے) تمہارے خلاف بڑا سامان اکٹھا کر لیا ہے۔ ان سے ڈرو لیکن اس بات نے ان کا جوش اور ایمان مزید بڑھا دیا۔ اور یہ لوگ بولے کہ اللہ ہمارے لئے کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے یہ لوگ اللہ کے انعام و فضل کے ساتھ

واپس آگئے انہیں کوئی ناگواری پیش نہیں آئی۔

غزوۂ بنی نضیر

سیرتِ رسولؐ میں ترتیب کے اعتبار سے اس کے بعد جو اہم غزوہ پیش آیا وہ غزوہ بنو نضیر ہے۔ جس میں مسلمانوں کے مدمقابل یہود تھے اب تک جو غزوات پیش آئے ان میں مقابلہ مشرکینِ مکّہ سے تھا جیساکہ آپ نے سماعت فرمایا لیکن اب بات یہودیوں کی تھی۔ جنہیں خدا نے اپنی کتاب میں مردود و مغضوب ارشاد فرمایا ہے یہ قوم خدا کی اولاد ہونے کی دعویدار تھی۔ اپنی قومی برتری پر ناز تھا گو کہ اپنی تکالیف کے زمانہ میں یہ پیغمبر آخرالزمان علیہ السلام کو بہت یاد کرتے۔ اور کہتے کہ وہ کب آئیں گے کہ ہم ان کے دست و بازو بن کر اپنے دشمنوں پر غالب آئیں۔ لیکن حضور علیہ السلام کی تشریف آوری کے بعد دشمنی و مخالفت کا کمینہ رویّہ اسی قوم نے اختیار کیا۔ ان میں سے ایک طبقہ منافقت کے انداز میں سرگرم عمل رہا۔ جس سے قرآن نے خوب خوب شناسا کرایا جبکہ ایک طبقہ یہودیت پر قائم رہ کر مسلمانوں اور پیغمبر اسلام کی دشمنی و عداوت کی سکیمیں بناتا رہا۔ اور اشارۃً یہ بات عرض کر دوں کہ سرکار دو عالم علیہ السلام کے بعد خلافت کا فرضی جھگڑا کرنا۔ اور مسلمانوں میں انتشار کی غرض سے محبتِ اہلِ بیت کا لیبل لگانا اسی طبقہ کی کارستانیاں ہیں اور یہ ایسے المناک حالات ہیں جن سے امّت اب تک دوچار ہے۔

حضور علیہ السلام کا حکیمانہ طرزِ عمل

آپ نے ہجرت مدینہ کے بعد نبوی فراست کے پیشِ نظر ان سے دوستانہ معاہدہ کر لیا لیکن ان کے مختلف قبائل میں جو بڑا قبیلہ تھا۔ یعنی بنو نضیر انہوں نے بہت جلد بدعہدی شروع کر دی خاص طور پر اُحد کے موقعہ پر عین میدانِ جنگ سے ابن ابی کی قیادت میں ۳۰۰ آدمیوں کی واپسی معمولی واقعہ نہ تھا۔ صورتِ حال کے تقاضوں کے پیشِ نظر حضور علیہ السلام نے ان پر فوج کشی کی۔ اس قبیلہ کو اپنی قلعہ بندی پر بڑا ناز تھا۔ اس کے باوجود انہیں شکست سے دوچار ہونا پڑا۔ سزا کے طور پر انہیں جلاوطن کر دیا۔ اور یہ اطراف شام میں چلے گئے۔ سورہ حشر میں اس کی تفصیلات موجود ہیں ــــ ذرا غور فرمائیں :-

"وہ اللہ وہی ہے جس نے اہل کتاب کافروں کو ان کے گھروں سے پہلی بار اکٹھا کر کے نکال دیا تمہارا گمان بھی نہ تھا کہ وہ نکلیں گے اور خود ان کا خیال تھا کہ ان کے قلعے انہیں اللہ کی گرفت سے بچا لیں گے۔ سو اللہ کا عذاب انہیں ایسی جگہ پہنچا کہ انہیں خیال بھی نہ تھا اور اللہ نے ان کے دلوں میں دہشت ڈال دی تو وہ اپنے گھروں کو اپنے ہاتھ سے بھی اجاڑ رہے تھے اور مسلمانوں کے ہاتھوں سے بھی سو اے دانش والو! تم عبرت حاصل کرو۔"

مؤرخین نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ گھریلو سامان تو انہیں لے جانے کی اجازت دے دی گئی لیکن ہتھیار لے جانے کی انہیں اجازت نہ مل سکی۔ یہود کے قومی خصائص میں "خباثت و دنائت" کا پہلو بھی پوری طرح شامل تھا اور یہ قوم بہ حیثیت قوم خسیس اور دنی الطبع واقع ہوئی تھی۔ اس لئے جب یہ مدینہ سے گئے تھے تو مکانوں کی چھتیں اور کھڑکیاں تک اکھاڑ کر لے گئے۔ انہوں نے ابتداء میں ہی خوف زدہ ہو کر ہتھیار ڈال دئے ورنہ ان کا جو حشر ہوتا وہ اس حشر سے مختلف نہ ہوتا جو دنیا کے اختتامی دور میں ان کا ہوگا جب یہ دجّال کی فوج میں ہوں گے ــــ سورۃ حشر میں ہی ہے

"اور اگر اللہ نے ان کے حق میں جلاوطنی نہ لکھ دی ہوتی تو وہ دنیا میں ہی انہیں عذاب دیتا (یعنی قتل عام کا) اور آخرت میں تو انہیں دوزخ کا عذاب ہونا ہی ہے۔"

یہ بات طے شدہ ہے کہ ان لوگوں کے ساتھ باقاعدہ جنگ کی نوبت نہ آئی لیکن مدینہ میں ان کے مضبوط ترین قلعے تھے ان پر انہیں ناز تھا۔ انہی میں وہ قلعہ بند ہو گئے تھے۔ مسلمانوں نے ان کا محاصرہ کیا اس محاصرہ کو مؤثر و شدید بنانے کی غرض سے اور ممکنہ جنگی ضرورتوں کے پیشِ نظر ان کے باغات میں سے بعض کھجوروں کے درخت کاٹے گئے اور یہ اسلام کا پہلا اور آخری موقعہ تھا کہ اسے یہ کارروائی کرنا پڑی۔ قرآن نے واضح کیا کہ کھجور کے جو درخت کاٹے گئے اور جو چھوڑے گئے وہ سب اللہ کے حکم سے تھے اور مقصد اس سے نافرمانوں کو رسوا کرنا تھا۔ یہ فتح اللہ تبارک و تعالےٰ نے بغیر کسی خونریزی کے عطا فرما دی تھی۔ اس لئے اس احسان کا نمایاں ذکر ہے۔

سورۃ حشر میں ہے :-

"جو کچھ اللہ نے اپنے رسولؐ کو ان سے دلوایا سو تم نے نہ اس پر گھوڑے دوڑائے نہ اونٹ لیکن اللہ اپنے رسولوں کو جس پر چاہے مسلّط فرما دیتا ہے۔ اور اللہ ہر شے پر قادر ہے۔"

وہ منافقین جو یہود کا ہی ایک حصّہ تھے انہوں نے ان سے امداد و تعاون کے بڑے وعدے کئے تھے لیکن حسب روایت عین وقت پر دھوکہ دے گئے۔ اس کی تفصیلات قرآن کی زبان سے سنیں اور اس پر غور کریں کہ "منافق" کبھی اعتماد کے قابل نہیں ہوتا۔

"کیا تم نے نظر نہیں کی ــــ کہ منافقین اپنے بھائیوں یعنی اہل کتاب کفّار سے کہتے ہیں کہ اگر تم نکالے گئے تو ہم بھی تمہارے ساتھ نکل جائیں گے اور تمہارے معاملہ میں ہم کبھی کسی کا کہنا نہیں مانیں گے اور اگر کسی کی تم سے لڑائی ہوئی تو ہم تمہاری مدد کریں گے۔ لیکن خدا گواہ ہے کہ یہ سب جھوٹے ہیں۔ اہل کتاب اگر نکالے گئے تو یہ کبھی بھی ان کے ساتھ نہ نکلیں گے اور لڑائی ہوتی تو یہ ان کی مدد نہیں کریں گے۔ اور اگر مدد کی بھی تو پھر پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے پھر ان کی کوئی مدد نہ ہو گی۔"

اور قرآن کی شہادت ہے کہ جب یہود کا شدید محاصرہ ہوا تو منافقین میں سے کوئی بھی ان کی مدد کو نہ پہنچا قرآن کا ارشاد ہے :-

"ان کے دلوں میں تمہارا خوف اللہ سے بھی زیادہ ہے اس لئے کہ یہ لوگ سب سے کام نہیں لیتے۔ یہ لوگ سب مل کر بھی تم سے نہ لڑیں گے ــــ مگر ہاں قلعہ بند بستیوں یا دیواروں کی آڑ میں ان کی لڑائی آپس میں بڑی تیز ہے اور اے مخاطب تو انہیں باہم متفق خیال کرتا ہے حالانکہ ان کے قلوب ایک دوسرے سے ہٹے ہوئے ہیں یہ اس لئے کہ یہ ایسے لوگ ہیں جو عقل سے کام نہیں لیتے۔"

یہ واقعہ ربیع الاول ۴ھ مطابق اگست ۶۲۵ء میں پیش آیا اللہ نے اپنے پیغمبرؐ کو فتح مبین سے نوازا ــــ یہود ذلیل و خوار ہو کر مدینہ سے نکلے۔ انہوں نے خیبر میں جو حرکات کیں اس کا ذکر انشاء اللہ آئندہ ہوگا ــــ اس غزوہ کے ضمن میں یہود کی اسلام دشمنی نکھر کر سامنے آتی ہے۔ اور خدا نے سورۂ مائدہ میں بڑی وضاحت و صراحت سے ان کی دوستی سے روکا ہے لیکن افسوس کہ آج بین الاقوامی سطح پر یہود اور ان کے سیاسی گرو اور سرپرست تاج برطانیہ اور اس کے جانشین امریکہ کے ساتھ ہماری دوستیاں ہیں۔ سیاسی تعلقات، فوجی معاہدے، باہمی لین دین سب انہی سے! اس کا نتیجہ کیا ہوگا؟

آیئے اللہ تعالےٰ سے عہد کریں کہ ہم اس کے دشمنوں کو اپنا دشمن سمجھیں گے اور دوستی و سہارا کے لئے صرف اس کے آستانہ پر جھکیں گے۔ اللہ تعالےٰ توفیق دے۔ آمین!

رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا صحیح مقام

محدث کبیر مولانا حبیب الرحمان اعظمی

ہمارے خیال میں حدیث و سنت کے منکرین کی اصل غلطی یہ ہے کہ انھوں نے رسول کی اصل حیثیت اور اس کے صحیح مقام کو نہیں سمجھا ہے اگر وہ مقام نبوت کو سمجھنے اور نبی و رسول کی معرفت حاصل کرنے کے لیے صرف قرآن ہی میں تدبر کریں تو انھیں معلوم ہو جائیگا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حیثیت صرف ایک پیغامبر اور پیام رساں ہی کی نہیں ہے بلکہ آپ مطاع، متبوع، امام، ہادی قاضی، حاکم، حکم وغیرہ بھی ہیں۔ اور قرآن ہی نے آپ کی ان حیثیتوں کو بھی بیان کیا ہے۔

(۱) رسول مطاع ہے اور اس کی اطاعت اہلِ ایمان پر فرض ہے۔

قرآن مجید میں جابجا اہل ایمان کو مخاطب کرکے فرمایا گیا ہے۔ (النساء ع ۸)

اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ۔

اللہ کی اطاعت کرو، اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔

اس حکم میں "اطیعوا الرسول" کو "اطیعوا اللہ" سے الگ مستقل جملہ کی شکل میں قرآن مجید میں جس طرح مختلف مقامات پر ذکر کیا گیا ہے اس سے ہر وہ شخص جس کو عربی زبان کا کچھ بھی ذوق ہو یہی سمجھے گا کہ اللہ کی طرح اہل ایمان پر رسول کی اطاعت بھی مستقلاً فرض ہے۔ یعنی اس کا مطلب صرف یہ نہیں ہے کہ اللہ کی طرف سے جو کتاب رسول لائے ہیں اس کو مانا جائے اور اس کے حکموں پر چلا جائے کیونکہ اگر صرف اتنی ہی بات کہنی ہوتی تو یہ تو "اطیعوا اللہ" میں کہی جا چکی تھی پھر امر اطاعت کے مستقل اعادہ کے ساتھ "اطیعو الرسول" کے اضافہ کی کیا ضرورت تھی۔

علاوہ ازیں جو خود قرآن مجید کی بعض دوسری آیات سے بھی یہ بات اور زیادہ صاف اور واضح ہو جاتی ہے۔

سورۂ نساء کے پانچویں رکوع کے آخر میں اللہ و رسول کی اطاعت کا حکم دینے کے بعد ان منافقین کی مذمت کی گئی ہے جو اپنی غرض پرستی اور منافقت کی وجہ سے اللہ و رسول کی اطاعت میں کوتاہی کرتے تھے اسی سلسلہ بیان میں ان کے متعلق فرمایا گیا ہے۔

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ رَاَيْتَ الْمُنٰفِقِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْكَ صُدُوْدًا (نساء ع ۹)

اور جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ آؤ اس کتاب کی طرف جس کو اللہ نے نازل کیا ہے اور رسول کی طرف تو اے رسول تو دیکھے گا۔ ان منافقوں کو کہ اعراض اور روگردانی کرتے ہیں تیری طرف سے۔

اس آیت میں "مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ" (یعنی کتاب اللہ) کی طرف بلانے کے ساتھ۔ "رسول" کی طرف بلانے کا جس طرح ذکر کیا گیا ہے وہ اس بات کی نہایت روشن دلیل ہے کہ اوپر کی آیتوں میں اطاعت رسول کا جو حکم دیا گیا ہے اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اللہ کی طرف سے اس پر نازل ہونے والی کتاب کی اطاعت کرو بلکہ رسول کی اطاعت اس سے الگ اور مستقل چیز ہے۔

اور اسی سورہ کے اسی رکوع میں دو ہی آیتوں کے بعد اللہ کی طرف سے آنے والے ہر رسول کے متعلق فرمایا گیا ہے

وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ (نساء ع ۹)

اور نہیں بھیجا ہم نے کوئی رسول مگر اسی واسطے کہ اس کے حکم پر چلا

جائے اللہ کے فرمان سے۔

(۲) رسول منجانب اللہ ہادی اور امام ہوتے ہیں۔ ارشاد ہے۔

وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا۔ (انبیاء۔ ع۔۵)

اور ہم نے بنایا ان کو امام و پیشوا وہ ہدایت و رہنمائی کرتے تھے ہمارے حکم سے۔

(۳) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منجانب اللہ حاکم اور حکم بھی قرار دیئے گئے تھے اور ہر اختلاف و نزاع میں آپ کو حکم بنانا۔ اور آپ کا فیصلہ دل و جان سے ماننا تمام اہل ایمان کے لیے فرض بلکہ شرطِ ایمان قرار دیا گیا تھا۔ سورۂ نساء کی یہ آیت (جو پہلے بھی ایک جگہ درج ہو چکی ہے) پھر پڑھیے۔

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا۔ (نساء ع ۹)

(اے پیغمبر) قسم تیرے پروردگار کی یہ لوگ مومن نہیں ہو سکتے یہانتک حکم بنائیں تجھے اپنے نزاعی معاملات میں پھر جب تو اپنا فیصلہ دے (دے) تو کوئی تنگی اور ناگواری نہ پائیں اپنے دلوں میں تیرے فیصلہ سے اور تسلیم کرلیں اس کو پوری طرح مان کر۔

اسی طرح سورہ احزاب کی آیت:

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ۔ (احزاب ع۔۵)

اور کسی ایمان والے مرد اور ایمان والی عورت کی یہ شان نہیں ہے کہ جب حکم دے دے اللہ اور اس کا رسول کسی بات کا تو رہے ان کا کچھ اختیار اپنے معاملہ میں۔

اور سورۂ نور کی آیت:

اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا۔ (نور۔ع۔۷)

ایمان والوں کو جب بلایا جائے، اللہ کی طرف اور اس کے رسول کی طرف تاکہ وہ فیصلہ دیں ان کے درمیان تو ان کا جواب اس کے سوا کچھ نہیں ہوتا کہ وہ کہیں "سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا" یعنی ہم نے سن لیا اور مان لیا۔

الغرض سب آیتیں اس باب میں نص صریح ہیں کہ مسلمانوں کے جس معاملہ میں رسول جو فیصلہ کریں وہ واجب التسلیم ہے اور کسی مسلمان کو اس میں چون وچرا کی گنجائش نہیں ہے۔

(۴) کسی شخص کی کامیابی اور فوز و فلاح کے لیے جس طرح اللہ کی اطاعت ضروری ہے اسی طرح رسول کی اطاعت بھی ضروری ہے اور جس طرح اللہ کی نافرمانی گمراہی اور بدبختی ہے اسی طرح رسول کی نافرمانی بھی موجب ضلالت و شقاوت ہے

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا (احزاب ع ۸)

جس نے اطاعت کی اللہ کی اور اللہ کے رسول کی اس نے بڑی مراد پائی۔

وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا۔ (احزاب ع ۸۔)

اور جس نے نافرمانی کی اللہ کی اور اس کے رسول کی وہ بڑی کھلی گمراہی میں جا پڑا۔

نیز: قرآن ہی میں بتایا گیا ہے کہ کفار دوزخ میں ڈالے جانے کے بعد جس طرح خدا کی نافرمانی کرنے پر کفِ افسوس ملیں گے اور اپنا ماتم کریں گے اسی طرح نافرمانی پر بھی افسوس کریں گے۔

يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ يَقُوْلُوْنَ يٰلَيْتَنَآ اَطَعْنَا اللّٰهَ وَاَطَعْنَا الرَّسُوْلَا۔ (احزاب ع ۸)

جس دن اوندھے ڈالے جائیں گے اُن کے منہ آگ میں کہیں گے کاش ہم نے کہا مانا ہوتا اللہ کا اور کہا مانا ہوتا رسول کا۔

دوسری جگہ فرمایا گیا ہے:

يَوْمَئِذٍ يَّوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَعَصَوُا الرَّسُوْلَ لَوْ تُسَوّٰى بِهِمُ الْاَرْضُ۔ (النساء۔ ۶)

اس دن آرزو کریں گے وہ لوگ جنھوں نے کفر کی راہ اختیار کی اور رسول کی نافرمانی کی کہ برابر کر دیئے جائیں زمین کے۔ (یعنی خاک ہو کر زمین کا جزو بن جائیں اور عذاب سے بچ جائیں)

نیز مسلمانوں کو ہدایت کی گئی ہے کہ رسول کی نافرمانی کی کوئی بات بھی ... میں نہ کریں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَنَاجَيْتُمْ فَلَا تَتَنَاجَوْا بِالْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَةِ الرَّسُولِ (مجادلہ ع ۲)

اے ایمان والو! جب تم چپکے چپکے آپس میں باتیں کرو تو گناہ اور ظلم و زیادتی کی اور رسول کی نافرمانی کی کوئی بات نہ کرو۔

(۵) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو دیں اس کو قبول کرنا اور جس چیز سے روکیں اس سے رک جانا واجب ہے۔

مَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا۔ (حشر ع ۱)

جو تم کو رسول دیں وہ لے لو اور جس سے منع کریں اس سے رک جاؤ

اگر اس آیت کا تعلق صرف اموال سے بھی مانا جائے تب بھی ہمارے مدعا کے لیے مضر نہیں کیونکہ اس صورت میں بھی اتنی بات تو آیت سے ہی ثابت ہوگی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی صوابدید سے جو تقسیم کریں وہ اہلِ ایمان کے لیے واجب التسلیم ہے اور کسی کو اس میں چون و چرا کی گنجائش نہیں ہے۔

(۶) ایک مومن کا اپنی جان پر جتنا حق ہے اس سے زیادہ اس کی جان پر نبی کا حق ہے۔

النَّبِيُّ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ۔ (احزاب - ۶ -)

نبی زیادہ حقدار ہے مومنوں کا ان کی جانوں سے۔

حضرت شاہ عبدالقادر صاحب رح نے اس آیت پر جو دو سطریں لکھی ہیں ان کو نقل کرنے کو بے اختیار جی چاہتا ہے۔

"نبی نائب ہے اللہ کا اپنی جان مال میں اپنا تصرف نہیں چلتا۔ جتنا نبی کا۔ اپنی جان دہکتی آگ میں ڈالنی روا نہیں اور نبی حکم کرے تو فرض ہے۔"

(۷) اللہ کے ساتھ اس کے رسول کو بھی راضی کرنا ضروری ہے اور شرطِ ایمان ہے۔

وَاللَّهُ وَرَسُولُهُ أَحَقُّ أَنْ يُرْضُوهُ إِنْ كَانُوا مُؤْمِنِينَ ۝ (توبہ ع ۸۔)

اور اللہ کو اور اس کے رسول کو راضی کرنا الا کے لیے بہت زیادہ ضروری ہے اگر وہ ایمان رکھتے ہیں۔

(۸) اللہ کی طرح اس کے رسول کو بھی دنیا کی ساری چیزوں سے زیادہ محبوب رکھنا ضروری ہے جو ایسا نہ کریں وہ فاسقین اور اللہ کی ہدایت سے محروم رہنے والے ہیں۔

قُلْ إِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌ اقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَاكِنُ تَرْضَوْنَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُمْ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُوا حَتَّىٰ يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ۝ (توبہ - ع ۳)

اے پیغمبر کہو (مسلمانوں کو) اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہاری برادری اور تمہارا کمایا ہوا مال اور تمہاری تجارت جس کے بند ہونے سے تم ڈرتے ہو اور تمہارے رہنے کے مکانات جن کو تم پسند کرتے ہو (اگر یہ ساری چیزیں) تم کو زیادہ پیاری ہیں اللہ سے اور اس کے رسول سے اور اس کی راہ میں جدوجہد کرنے سے تو انتظار کرو یہاں تک کہ کرے اللہ اپنا فیصلہ اور یاد رکھو کہ اللہ ہدایت نہیں دیتا فاسق لوگوں کو۔

(۹) اللہ کے رسول جب کسی کام کے لیے دعوت دیں اور پکاریں تو اس پر لبیک کہنا ہر مومن پر فرض ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ۔ (انفال - ع ۳)

اے ایمان والو حکم مانو اللہ کا اور اس کے رسول کا جب بلاوے تم کو اس کام کی طرف جس میں تمہاری حیات ہو۔

(۱۰) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی کام کے لیے لوگوں کو بلائیں تو بلا اجازت اُٹھ کر چلا جانا کسی مومن کے لے جائز نہیں اور جو ایسا کریں گے ان کے لیے عذاب الیم کا اندیشہ ہے۔

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَإِذَا كَانُوا مَعَهُ عَلَىٰ أَمْرٍ جَامِعٍ لَمْ يَذْهَبُوا حَتَّىٰ يَسْتَأْذِنُوهُ۔ (النور - ع - ۹)

ایمان والے وہی ہیں جنہوں نے مانا ہے اللہ کو اور اس کے رسول کو (جن کا طریقہ یہ ہے کہ) جب وہ کسی اجتماعی کام میں اس کے رسول

(باقی ۱۸ پر)

پیغمبرِ اسلام کا لازوال معجزہ

اعجاز القرآن

اور اس کے وجوہ

اور

دیگر متعلقہ امور

جناب مولانا سید بدرالدین علوی صاحب نے اسلامک کلچر حیدر آباد دکن کی فرمائش پر اس مقالے کو انگریزی زبان میں لکھا تھا۔ مضمون کی اہمیت کی وجہ سے بعض اصحاب نے اصرار کیا کہ اس کو اردو کے سانچے میں ڈھال دیا جائے۔ موصوف کی اجازت سے اس کا ترجمہ آپ کے برادر زادے محمد فخرالدین صاحب علوی۔ بی۔ اے علیگ نے کیا ——— (ادارہ)

کلام پاک کو اپنے متبعین کی بے نظیر عقیدت حاصل ہے۔ بہت سے مسلمانوں نے پوری کتاب کو حرف بہ حرف حفظ کرنے کے علاوہ اپنی ساری زندگی مختلف طریقوں پر اس کی خدمت کے لیے وقف کر دی۔ ان کے لیے کلام پاک علوم کا گنجینہ رہا ہے محض پچھلے علوم ہی کا نہیں بلکہ ان نئے علوم کا بھی جن کا سرچشمہ صرف قرآن پاک ہی ہے۔ قرآن پاک کے علوم پر بحیثیت مجموعی اور ہر فن پر علیحدہ علیحدہ کتابیں لکھی گئی ہیں۔ اس مضمون میں ان سب کا مفصل ذکر ممکن نہیں اس لیے اس مضمون میں صرف اعجاز قرآنی پر بحث کی جائے گی کہ اس کی مثال پیش کرنے سے کیوں انسان قاصر رہا ہے۔

• اس علم کی ابتداء اور ترقی

قرآن خود اس بات کا دعویٰ کرتا ہے کہ اس جیسی کوئی چیز پیش کرنی محال ہے۔ اور مندرجہ ذیل آیات اس دعویٰ کا اعلان کرتی ہیں۔

(۱) فلياتوا بحديث مثله،

پس ان کو اس جیسا اسلوب پیش کرنا چاہیئے۔

(۲) قل فاتوا بعشر سور مثله مفتريات،

کہہ دو کہ اس جیسی دس سورتیں بنا کر لائیں

(۳) وَإِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِمَّا نَزَّلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِنْ مِثْلِهِ وَادْعُوا شُهَدَاءَكُمْ۔

اگر تمہیں کو اس میں کچھ شبہ ہے جو ہم نے اپنے بندے پر نازل کیا تو اس جیسی ایک سورۃ بنا لاؤ اور اپنے حمایتیوں کو بھی بلا لاؤ۔

نزول وحی کی تئیس سالہ مدت میں اس تحدی کا نہ تو کسی مخالف نے مقابلہ کیا اور نہ اس جیسا کلام پیش کیا۔ اسطرح قرآن شریف کے اعجاز کا عقیدہ قائم ہو گیا جو تیسری صدی ہجری کی ابتداء تک اسی صورت سے قائم رہا تاآنکہ معتزلہ پیدا ہوئے۔ ان کا خیال تھا کہ قرآن پاک کی بلاغت کے مثل لانا ممکن ہے۔

اس زمانہ کے عوام عربی زبان میں مہارت نہ رکھتے تھے اور بلاغت کا کیا ذکر وہ جملے کی صحیح و غلط شکل میں بھی تمیز نہ کر سکتے تھے، اس لیے اہل سنت نے پیش بندی کے طور پر وجوہ اعجاز تشریح کے ساتھ بیان کرنے کی ضرورت محسوس کی۔ اس موضوع پر پہلے مصنف محمد بن یزید واسطی متوفی ۳۰۶ھ تھے، ان کے بعد مشہور عالم الجاحظ متوفی ۲۵۵ھ ہوئے جنہوں نے اس موضوع پر بلحاظ اعداد کے بحث کی ہے، علامہ باقلانی متوفی ۴۰۳ھ اس موضوع پر بہترین مصنف تسلیم کیے گئے ہیں متاخرین میں سے جنہوں نے اس موضوع

پر لکھا۔ ان میں مشہور متکلم امام فخرالدین رازی متوفی سنہ ۶۰۶ھ ابن ابی الاصبیع متوفی سنہ ۶۵۴ھ ..... ابن سراقہ شاطبی متوفی سنہ ۶۶۲ھ قابلِ ذکر ہیں، کشف الظنون سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے اس موضوع پر بلحاظ اعداد سب سے بحث کی ہے۔ زملکانی سنہ ۷۲۷ھ، دور حاضر کے مصری عالم مصطفےٰ صادق رافعی نے بھی اس موضوع پر کتاب لکھی ہے۔ ایسے علمائ جنھوں نے اس موضوع پر سرسری طور پر قلم اٹھایا، اتنے زیادہ ہیں کہ ان کی صحیح تعداد بیان نہیں کی جا سکتی۔ ان میں ایسے جنھوں نے اس موضوع پر بہت لطافت کے ساتھ عالمانہ انداز میں تبصرہ کیا ہے، مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) ماوردی متوفی سنہ ۴۵۰ھ جنھوں نے رسالہ اعلام النبوۃ میں اس مسئلہ کو بہت خوبی کے ساتھ لکھا ہے۔

(۲) علامہ عبدالقاہر جرجانی متوفی سنہ ۴۷۱ھ علم بلاغت کے بانی عالم جن کی کتاب دلائل الاعجاز میں قرآن مجید کے اعجاز پر خاص طور پر توجہ دی گئی ہے۔

(۳) قاضی عیاض اندلسی متوفی سنہ ۵۴۴ھ کی کتاب الشفاء نے قبولیتِ عامہ حاصل کی۔ بہت سے علماء نے اس کی شرحیں لکھیں۔ جیساکہ ابھی ظاہر ہوگا یہ مضمون علامہ جرجانی، علامہ باقلانی، ماوردی اور قاضی عیاض کی تصانیف سے ماخوذ ہے۔

قرآن شریف کے اعجاز کے معنیٰ

علامہ جرجانی نے اس اعجاز کی تشریح اس طرح کی ہے:

قرآنِ پاک کی طرف سے عربوں کو اس بات کی دعوت دی گئی تھی کہ وہ اس جیسا کلام پیش کریں لیکن انھوں نے اس دعوت کو قبول نہیں کیا اور اس سے روگردانی کرکے تلوار سے لڑنا پسند کیا۔ اگر قرآنِ پاک کی مثال لانا ان کے بس کی بات ہوتی، تو یہ ان کے لیے بمقابلہ لڑائی کے زیادہ آسان تھا، یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے جس کی طرف خاص توجہ کی ضرورت ہے کہ قرآن پاک کی وہ کون سی خصوصیت تھی، جس نے اہلِ عرب کو اس کی نظیر لانے سے قاصر رکھا؟ کیا وہ قرآن مجید کے صحیح، عمدہ اور خوبصورت مضامین تھے یا محض الفاظ؟ اگر دوسری صورت اختیار کی جائے تو ایک اور سوال پیدا ہوتا ہے کہ الفاظ کی وہ کونسی خصوصیت تھی جس کی مثال وہ نہ لا سکے؟ ان سوالات کے جوابات حسبِ ذیل ہوں گے۔

قرآن شریف کے مخالفین نے اس کی شستگی الفاظ، ان کی ترتیب، بیان کی خصوصیات، آیات کا غیر معمولی آغاز و اختتام، الفاظ کی روانی، واقعات کا بیان، اسلوب نصیحت اور یاددہانیوں اور دلائل کو خوب دیکھا اور اس کی ایک ایک سورۃ اور ایک ایک آیت پر غور کیا، مگر ایک لفظ بھی ایسا نہ پایا۔ جو اپنی جگہ پر غیر موزوں ہو، یا جس پر اعتراض کیا جا سکتا ہو اور اس میں ترمیم کی جا سکتی ہو، ان خصوصیات کی وجہ سے کسی شخص کو بھی اس کی مثال لانے کی ہمت نہ پڑی۔ علامہ جرجانی کے جوابوں کا خلاصہ یہ ہے کہ الفاظ اور مضامین دونوں نے مجموعی طور پر وہ خوبی پیدا کردی، جس نے کلام پاک کو ناقابل مثال بنا دیا۔ علامہ جرجانی ایک طویل بحث کے بعد مندرجہ ذیل آیت کی خوبیوں کی تشریح کرتے ہوئے اپنے بیان کی توضیح کرتے ہیں کہ۔

وقیل یا ارض ابلعی ماءَكِ و یاسماء اقلعی وغیض الماء و قضی الامر واستوت علی الجودی وقیل بعدًا للقوم الظّالمین۔

کہا گیا کہ اے زمین اپنا پانی سوکھ لے اور اے آسمان پانی کو روک لے۔ پانی کم ہوگیا اور حکم کی تعمیل ہوگئی اور کشتی جودی کی پہاڑی پر رک گئی اور کہا گیا کہ ظالموں پر لعنت ہو۔

ان آیات کا حسن ان کے الفاظ اور جملوں کی مخصوص ترتیب سے ظاہر ہے۔ موقع کی اہمیت کی وجہ سے زمین کو حرف یا سے پکارا گیا ہے۔ یاایُّھَا سے نہیں، اس کے بعد آگے اور پیچھے کے الفاظ سے قطع نظر کرتے ہوئے ابلعی کو لیجئے، یہاں پانی کو کاف خطاب سے منسوب کیا گیا ہے، جو زمین کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ یہ طرز خطاب بڑی خوبی کے ساتھ منتخب کیا گیا ہے اور ابلعی الماء کا سادہ طریقہ نہیں اختیار کیا گیا اس کے بعد آسمان کو پکارا گیا اور اس کو اپنا کام انجام دینے کا حکم دیا گیا ہے اس کے بعد تعمیل حکم کی خبر بصیغہ مجہول یہ ظاہر کرنے کے لیے دی گئی ہے کہ پانی خود اپنے اختیار سے زمین سے جذب نہیں ہوا بلکہ ایسا خدا کے حکم سے

ہوا، پھر تعمیل حکم کے بیان سے واقعہ کی تائید لائی گئی ہے اور اس کشتی کے بیان سے جس کا اس سے پہلے کوئی ذکر نہیں ہے اس واقعہ کا فائدہ اور انجام بتایا گیا ہے، بلاغت کی رُو سے یہ طرز بیان واقعہ کی عظمت کو ظاہر کرتا ہے آخر میں لفظ قیل کو دوبارہ استعمال کیا گیا ہے تاکہ جملہ کے آغاز کے ساتھ مطابقت ہو جائے یہ تمام خوبیاں سننے والے کے دماغ پر عظمت طاری کرتی ہے، محض سادہ الفاظ کی مدد سے ہی نہیں بلکہ ان عجیب و غریب مضامین سے بھی جو ان الفاظ سے ادا کیے گئے ہیں۔

علامہ جرجانی نے اپنی رائے کو اسی کتاب میں ایک اور جگہ زیادہ وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے وہ لکھتے ہیں کہ:

"جب عربوں کو یہ چیلنج دیا گیا کہ وہ قرآن پاک کی مثل بنا لائیں۔ اس وقت ان کو قرآن کی وہ مخصوص خوبیاں جو اپنی عبارتوں میں وہ نہیں پیدا کر سکتے تھے ضرور معلوم رہی ہوں گی کیونکہ یہ مہمل بات ہے کہ کوئی شخص اپنے فعل کے کسی خاص پہلو کی طرف اشارہ کئے بغیر دوسرے آدمی سے یہ کہے کہ تم میری طرح اس کام کو نہیں کر سکتے۔ قرآن کی یہ خاص خوبی محض اس کے الفاظ حروف، اعراب اور مسجع جملوں ہی میں مخصوص نہیں ہو سکتی کیونکہ یہ تو عربوں کے نزدیک کوئی مشکل بات نہ تھی اس لیے وہ خوبی محض ترتیب الفاظ ہی ہو سکتی ہے جو ایسے مضامین کو ادا کرتی ہے جو نزول قرآن سے پہلے نامعلوم تھے۔"

یہاں علامہ جرجانی نے اپنے بیان کی تائید میں "اشتعل الراس شیبا" کی تشریح کی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ "سر ضعیف العمری سے چمک نکلا" تاوقتیکہ کلمہ راس کو معرفہ باللام نہ بنایا جائے اور اس کو اشتعل کا فاعل نہ قرار دیا جائے۔ اور دونوں کلموں کے ساتھ شیبًا کو حالت نصبی میں بصورت نکرہ اضافہ نہ کیا جائے۔ جملے میں کوئی خوبی پیدا نہیں ہوگی۔ کیونکہ یہ مضمون یہاں ادا کیا گیا ہے وہ اسی طرز کے ساتھ مخصوص ہے۔

وجوہِ اعجاز

علامہ باقلانی کی رائے کے مطابق قرآن کے اعجاز کی تین خاص وجوہ ہیں انھوں نے آخری وجہ کو دو قسموں میں تقسیم کرکے کل تعداد بارہ تک کر دی ہے ماوردی نے اُن کی تعداد بیس قرار دی ہے اور قاضی عیاض چار وجہیں بتاتے ہیں مگر آٹھ کا اضافہ کرکے انھوں نے بھی تعداد بارہ تک پہنچا دی ہے ان سب کی میزان چوالیس ہوتی ہے جنکا خلاصہ حسب ذیل ہے:

(۱) الفاظ کی صحت اور ان میں آپس کی ایسی مشابہت جو عربوں کی رسائی سے باہر تھی۔ اہلِ عرب زبان میں غیر معمولی مہارت کے باوجود بھی قرآن کی مثال پیش نہ کر سکے۔ حالانکہ یہ دعویٰ ۲۳ سال تک قائم رہا۔ ولید بن مغیرہ نے جو مکہ کا بڑا آدمی تھا۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو آیۃ: ان اللّٰہ یامُرُ بِالعَدلِ (بیشک اللہ انصاف کرنے کا حکم دیتا ہے) پڑھتے ہوئے سن کر کہا۔ "اس بیان میں مٹھاس اور حسن ہے۔ اس کا زیریں حصہ پانی میں ڈوبا ہوا اور بالائی حصہ پھلوں سے لدا ہوا ہے اور یہ انسان کا کلام نہیں ہے۔ ایک بدوی کسی شخص کو آیت۔

فاصدع بما تومر

تمہیں جس امر کا حکم دیا گیا ہے اس کا اعلان کرو۔

تلاوت کرتے ہوئے سن کر سجدے میں گرگیا اور کہا کہ "میں اس کی فصاحت کے سامنے سجدہ کر رہا ہوں۔" ایک رومی بطریق نے جو اچھی عربی جانتا تھا، کسی مسلمان کو یہ آیت پڑھتے سُنا۔

وَمَنْ یطع اللّٰہ وَرَسُولَہٗ و یخشی اللّٰہ ویتقہ فاولٰئِكَ ھُمُ الفَائِزُونَ۔

کامیاب ہونے والے وہی لوگ ہیں جو خدا اور اس کے رسول کی اطاعت اور خدا کا خوف کریں۔

تو کہا کہ صرف ایک آیت میں دنیا و آخرت کے وہ تمام مسائل موجود ہیں۔ جو حضرت عیسیٰؑ پر نازل ہوئے تھے۔

(۲) قرآن شریف کی حیرت انگیز عبارت اور اس کا غیر معمولی طرز بیان جو مختلف مضامین سے متعلق ہونے کے باوجود عربوں کے مروجہ طرز بیان سے علیحدہ تھا۔ ان کے مروجہ طرز میں صرف دو چیزیں تھیں، نثر اور نظم۔ نثر کی دو قسمیں تھیں۔ مسجع اور غیر مسجع۔ نظم کی بہت سی قسمیں تھیں،

شاعری بلند پایہ فن تھا۔ لیکن نثر ہر ایک کے بس کی تھی۔ قرآن ان میں سے کسی قسم کی نثر یا شاعری سے مشابہت نہیں رکھتا کیونکہ آیات کے آخری حروف شعر کے قافیوں اور نثر کے سجع سے مختلف تھے ان بنیاد پر کہا جا سکتا ہے کہ قرآن نے ایک نیا اسلوب بیان ایجاد کیا۔ جو اہلِ عرب کے بس سے باہر تھا اور ہمعصر اہلِ عرب اس حقیقت کو ماننے پر مجبور ہوئے۔

(۳) عرب میں ایسے بلیغ کلام کا وجود نہ تھا جس میں نازک خیالات اور پختہ حقائق بیان کئے گئے ہوں اور اسالیب بیان میں طول کے باوجود باہم مشابہت بھی ہو۔ یہ صحیح ہے کہ عقلا نے اچھے اچھے جملے بھی کہے اور شعراء نے اشعار بھی، مگر ان جملوں اور اشعار میں اختصار کے باوجود بھی خامیاں موجود تھیں اس کے برعکس قرآن پاک ہر قسم کے نقائص سے پاک ہے۔

(۴) قرآن شریف کے طرزِ ادا میں نہ کوئی اختلاف ہے اور نہ بیان میں کوئی نقص ہے اگرچہ اس میں قصے، نصیحتیں، دلائل، حقائق، قوانین، معذرت، وعدے، وعید، محاسنِ اخلاق کی تعلیم اور دوسرے مختلف قسم کے مضامین ہیں اور کسی ایک تحریر میں ان تمام خوبیوں کا مجتمع ہونا ناممکن ہے۔ مختلف لوگ بیان کی مختلف شاخوں میں ماہر ہوتے ہیں۔ مثلاً شاعر جو مدح کرنے میں ماہر ہو وہ ہجو کا ماہر نہیں ہو سکتا۔ اور جو شخص ہجو نگاری میں بلند پایہ ہوگا، وہ مدح میں کمتر ہوگا، اگر بعض مرثیہ گوئی میں بہتر ہیں تو دوسری اصناف شاعری سے بے بہرہ ہیں بعض رجز میں مہارت رکھتے ہیں تو دوسرے اقسام پر قادر نہیں، بعض اونٹوں اور گھوڑوں کے اوصاف، رات کے سفر، باغ، شراب اور جذبات کی مصوری کرنے میں استاد مانے گئے ہیں اگر امراء القیس سواری کا بیان کرنے میں مشہور ہے تو نابغہ ڈرانے اور ترغیب دلانے میں ماہر ہے اسی طرح تقریروں پیاموں اور دوسرے قسم کے بیانات میں اختلاف ہے۔ ایک شخص اپنی دلچسپی کے کسی خاص مضمون میں اپنے ہنر کا مظاہرہ کر سکتا ہے لیکن جب وہ کسی اور موضوع کو ہاتھ لگاتا ہے تو پیچھے رہ جاتا ہے اور اس کی عبارت کی خامی نمایاں ہو جاتی ہے اسی بنا پر مندرجہ بالا شعراء جن کی برتری ان کے خاص مضامین میں مسلم ہے دوسرے مضامین میں کمتر سمجھے گئے ہیں۔ ایک ہی جملہ جس میں کوئی بندش نہ ہو ادا کرنے والوں کے اختلاف سے اختلاف پذیر ہو جاتا ہے قرآنِ پاک اپنی تمام تفصیلات میں ایسی منضبط قوت کا حامل ہے جو تمام نقائص سے پاک ہے کوئی ایک مثال بھی ایسی نہیں پیش کی جا سکتی جس میں قرآن پاک اپنی فصاحت کے معیار کو قائم نہ رکھ سکا ہو ایک ہی مضمون کو بارہا دہرانے میں طرز بیان کا یکساں رہنا ناممکن ہوتا ہے لیکن قرآن مضامین کی تکرار کے باوجود بھی اپنے معیاری طرز بیان سے کبھی نہیں ہٹا اور اپنی بلاغت قائم رکھی۔

(۵) فصحاء کی عبارتوں میں جہاں مختلف جملوں اور خیالات کو آپس میں ملاتے اور جدا کرتے ہیں۔ ایک نمایاں بے ضابطگی پائی جاتی ہے ان کی یہ خامی اس وقت بھی ظاہر ہوتی ہے جب وہ اپنی زبان کے اسالیب بیان کے مطابق کسی مضمون کو اس کے ابتدائی درجہ سے آغاز کرکے انتہا تک پہنچاتے ہیں یا اس کے برعکس انتہا سے ابتدا میں لے جاتے ہیں۔ یہ خامی اس وقت بھی ظاہر ہوتی ہے جب کسی مضمون کو زیادہ دلچسپ بنانے یا کسی مضمون کو غیر دلچسپ اور مشکل بنانے کی کوشش کرتے ہیں، لیکن قرآن میں اس قسم کی کوتاہی نہیں بلکہ اس کے ہر قسم کے بیانات میں مناسبت ہے

(۶) آیات قرآنی کی ساخت سے تین خصوصیات ظاہر ہوتی ہیں۔

(الف) الفاظ کا اس طریقہ سے استعمال کہ وہ موثر ہوں۔

(ب) خیالات کی ایسی جامعیت جو ابتداً ہی سے واضح ہیں اور ان کے سمجھنے کا دار ومدار آیت کے اختتام پر نہیں ہے اور خیالات اور الفاظ میں بھی مطابقت ہے اس میں نہ کمی ہے اور نہ زیادتی۔

(ج) آیات کی ساخت میں حسن ہے۔ اور غیر موزوں بندشوں کا کہیں وجود نہیں اور ان میں مشابہت ہے۔

(۷) عربی زبان میں متعدد اسالیب بیان ہیں۔ مثلاً تفصیل و تطویل، اختصار اجتماع افتراق اور استعارہ وغیرہ یہ تمام اصناف قرآن پاک میں موجود ہیں جب ان کے قرآنی استعمال کا مقابلہ دوسروں سے کیا جاتا ہے تو یہ ظاہر ہو جاتا ہے کہ قرآن کا طرز بیان انسانی طاقت سے بالاتر ہے۔

(۸) قرآنی خیالات جو مذہب اور شرع کی بنیاد ہیں۔ اس استدلال و مباحثہ اور ایسی ہم آہنگی نزاکت اور عمدگی کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔ کہ اس کی مثال انسانی کلام میں ملنا ناممکن ہے اس میں اگر بہت سے معمولی اور جانے بوجھے ہوئے خیالات ہیں تو بہتیرے نئے اور غیر معمولی بھی ہیں جدید خیالات کے مقابلہ میں جانے بوجھے ہوئے خیالات کے لیے الفاظ منتخب کرنا آسان ہے اور معمولی تخیل کے لیے بہت عمدہ الفاظ کے استعمال کے مقابلہ میں بلند اور بہترین تخیل کے لیے بہترین الفاظ کا استعمال زیادہ مناسب ہے۔ اسی کے ساتھ اگر الفاظ خیالات کے مطابق ہوں اور خیالات الفاظ کے اور دونوں اپنی جگہ پر بے مثال ہوں جیسا کہ قرآن میں ہے تو اس کی ندرت اور کمال فصاحت میں کوئی شبہ نہیں ہو سکتا۔

(۹) کلام کا اصل حسن اس وقت ظاہر ہوتا ہے جب کسی نظم یا نثر میں اس کا اقتباس دیا جائے اور اس وقت اس کی خوبی اور نمایاں ہو جاتی ہے اور وہ دوسرے کلام میں نگینہ کی طرح چمک اٹھتے ہیں۔

(۱۰) عربی میں حروف تہجی ۲۹ ہیں، اور قرآن کی وہ سورتیں جو حروف مقطعات سے شروع ہوتی ہیں، ۲۸ ہیں اور ان حروف مقطعات کی تعداد جو ان میں لائے گئے ہیں، ۱۴ ہے شاید ایسا اس لیے ہو کہ قرآن ان کی زبان کے الفاظ سے مرکب ہے یہ حروف بعد کے نحویوں کی رائے کے مطابق دو قسم کے ہیں۔ مہموسہ اور مجہورہ، دس مہموسہ ہیں اور باقی انیس مجہورہ، دونوں قسموں میں سے نصف نصف سورتوں کے شروع میں لائے گئے ہیں، حروف کی ایک تقسیم بھی ہے۔ حلقی و غیر حلقی، پہلے حروف تعداد میں چھ ہیں۔ اس قسم کے اعتبار سے بھی۔ دونوں قسموں کے نصف نصف حروف سورتوں کے شروع میں موجود ہیں، یہ تقسیمیں نزول قرآن کے بہت بعد دریافت ہوئی ہیں۔ اس لیے اس متاخر انکشاف کے مطابق سورتوں کا افتتاح اس بات کا کھلا ہوا ثبوت ہے کہ قرآن انسان سے بالاتر ہستی کا کارنامہ ہے۔

(۱۱) قرآن کا طرز بیان سادہ، آسان اور غیر مانوس بندشوں اور الفاظ سے پاک ہے اس کی ترکیب میں کہیں گنجلک نہیں اس کے مضامین ہر شخص آسانی سے سمجھ سکتا ہے خواہ وہ عالم ہو یا جاہل۔ مگر اس سادگی کے باوجود بھی قرآن کی مثال نہیں لائی جا سکتی کسی بھی انسانی کلام میں یہ خوبی نہیں پائی جاتی جیسا کہ پہلے مذکور ہوا۔ اچھے شاعروں کی نظموں تک میں غیر مانوس الفاظ اور دور افتادہ خیالات بہت پائے جاتے ہیں اور یہ ان کی ساری کی ساری نظموں میں یکسانی نہیں پائی جاتی اور ان میں اچھی بری اور اوسط درجہ، ہر قسم کی عبارتیں ہیں۔

(۱۲) طویل مضامین اور خیالات بڑی خوبی کے ساتھ مختصر طریقہ سے ادا کئے گئے ہیں۔ مثلاً آیہ ہے۔

لَکُمۡ فِی الۡقِصَاصِ حَیٰوۃٌ -

یعنی قصاص میں تمہارے لئے زندگی ہے۔

کا القتل انفی للقتل سے موازنہ آیہ کی برتری ثابت کرتا ہے اس کی دوسری مثال

وَ اَوۡحَیۡنَاۤ اِلٰۤی اُمِّ مُوۡسٰۤی اَنۡ اَرۡضِعِیۡہِ ۚ فَاِذَا خِفۡتِ عَلَیۡہِ فَاَلۡقِیۡہِ فِی الۡیَمِّ وَ لَا تَخَافِیۡ وَ لَا تَحۡزَنِیۡ ۚ اِنَّا رَآدُّوۡہُ اِلَیۡکِ وَ جَاعِلُوۡہُ مِنَ الۡمُرۡسَلِیۡنَ ۔

یعنی ہم نے موسیٰ کی ماں پر وحی بھیجی کہ اس کو دودھ پلاؤ اور جب تم اس کے بارے میں خوفزدہ ہو تو سمندر میں پھینک دو۔ ڈرو مت اور نہ رنجیدہ ہو ہم اس کو تمہارے پاس ضرور واپس لائیں گے اور اس کو پیغمبروں میں داخل کریں گے۔

ہے۔ اس آیت میں دو امر، دو نہی کے صیغے، دو خبریں اور دو بشارتیں ہیں۔

(۱۳) ایک ہی سلسلہ میں مختلف قسم کے مضامین کو یکجا کرنا جو انسانی طاقت سے باہر ہے قرآن میں بعض وقت یہ خوبی ایسے الفاظ کے استعمال سے پیدا کی گئی ہے جن کی مختلف تشریحات ممکن ہیں۔

(۱۴) اطلاعات اور پیش گوئیاں جو آئندہ سچی ثابت ہوئیں مثلاً یہی دعویٰ کہ مخالفین کبھی بھی قرآن کی مثال لانے میں کامیاب نہ ہوں گے یا جنگ بدر کے بارے میں کفار کو شکست کی پیشگوئی۔

(۱۵) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قدیم صحیفوں

سے ناواقف تھے۔ آپؐ کو ان لوگوں سے ملنے کا بھی کبھی اتفاق نہیں ہوا۔ جن کو ان صحیفوں کا علم تھا، مگر قرآن میں پچھلی قوموں کے قصے ابتدائے آفرینش یعنی آدمؑ و حوا کا قصہ، ان کا جنت میں قیام اور پھر وہاں سے نکلنا، طوفان نوحؑ اور فرعون کے قصے انبیاء علیہم السلام کی سوانح حیات اور خصوصیت کے ساتھ ان واقعات کا تفصیلی بیان موجود ہے جن کے بارے میں امتحاناً دریافت کیا گیا تھا۔ یہ تمام بیانات اصل واقعات کے مطابق تھے اُن کی بنیاد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پچھلے علم پر نہ تھی۔

(۱۷) لوگوں کے دلوں کے راز جن کو وہ چھپاتے تھے اور جنہیں کوئی بھی معلوم نہ کر سکتا تھا قرآن نے کھول دیئے، مثلاً

اِذْ ھَمَّتْ طَآئِفَتَانِ مِنْکُمْ اَنْ تَفْشَلَا۔

یعنی جب تم میں سے دو گروہوں نے بزدلی دکھانے کا ارادہ کیا۔

اور: واذ یَعِدُکُمُ اللّٰہ احدی الطائفتین انھا لکم وتودّون ان غیر ذات الشوکۃ تکون لکم۔

وہ وقت یاد کرو جب اللہ نے تم سے وعدہ کیا کہ ان دو میں سے ایک گروہ تمہارے لیے ہوگا اور تم نے یہ چاہا کہ تمہارے لیے وہ گروہ ہو جو غیر مسلح ہے۔

یہاں جن رازوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے ظاہر نہیں تھے۔

(۱۸) قرآن میں علم و حکمت کے ایسے اصول موجود ہیں۔ جن سے عرب نابلد تھے۔

(۱۸) قرآن میں خالق کے وجود، اس کی توحید اور معاد کے ثبوت اور دوسری جماعت سے مقابلہ اور اس کی تردید کے لیے ایسے ایسے دلائل پیش کئے گئے ہیں جن کو ایک امیؐ خود اپنی انسانی کوشش سے پیش نہیں کر سکتا۔

(۱۹) مضامین کی پختگی کے ساتھ ایسے آسان طریقہ سے بیان کرنا کہ سہولتِ بیان کی وجہ سے کلام میں عامیانہ پن پیدا نہ ہو اور غیر مانوس مضمون بھی مشکل نہ معلوم ہو جملے کی ساخت میں آسانی اس کو عامیانہ بنا دیتی ہے اور نادر ترکیبوں کا استعمال مشکل بنا دیتا ہے۔ دونوں کا یکجا ہونا غیر مانوس تصور کیا جاتا ہے لیکن قرآنِ پاک نے ان تمام باتوں کو بڑی خوبی سے نبھایا ہے اور جہاں بھی آسان اور نادر مضمون کو یکجا کیا گیا ہے وہاں، ان میں پوری مطابقت ہے اور کوئی اجنبیت نہیں معلوم ہوتی۔

(۲۰) قرآن کو یاد کرنا اور اس کو اپنے حافظہ میں محفوظ کر لینا آسان ہے اس لحاظ سے دنیا کی کوئی کتاب یا صحیفہ قرآن کی برابری نہیں کر سکتا۔ قرآن کو حفظ کرنے میں کسی شخص کی خصوصیت نہیں۔ خواہ وہ عرب ہو یا عجم، بالغ ہو یا نابالغ ہر ایک بڑی آسانی سے یاد کر لیتا ہے۔ ابتدائے اسلام ہی سے ایسے لوگوں کی ایک بڑی جماعت ہوتی آئی ہے اور اب بھی موجود ہے جس نے قرآن کو حفظ کیا ہے اور کرتی ہے۔

(۲۱) قرآن ایک غیر فانی معجزہ ہے، جو ابد الآباد تک رہے گا۔

(۲۲) قرآن شریف میں رعب کا ایک ایسا عنصر ہے جس سے سننے والوں اور خصوصیت کے ساتھ کفار کے دل بہت مرعوب ہوتے ہیں جیسا کہ محدثین کی روایت کردہ واقعات سے ثابت ہوتا ہے۔

جبیر بن مطعم سے روایت ہے کہ انہوں نے کفر کی حالت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مغرب کی نماز میں سورہ طور تلاوت کرتے سنا جب آپ اس آیت پر پہنچے۔

ام خلقوا من غیر شیئٍ ام ھم الخالقون ۔۔۔۔۔ ام ھم المصیطرون۔

کیا ان کی تخلیق بغیر کسی خالق کے ہوئی ہے۔ یا وہ خود اپنے خالق ہیں یا وہ اپنے (تقدیری) معاملات کے خود مالک ہیں۔

تو ان کا دل ہیبت سے لرز گیا۔ اور وہ سمجھے کہ اب قلب کی حرکت بند ہوئی اس طرح ان کے دل میں ایمان راسخ ہو گیا۔

(۲۳) قرآن کے مختلف حصے ایک دوسرے کے ساتھ مشابہت و مطابقت رکھتے ہیں اور اس میں مختلف اقسام کے مضامین کا ایک خوبصورت امتزاج ہے اور جب اس کا انداز بیان ایک موضوع سے دوسرے کی طرف جاتا ہے تو اس تبدیلی موضوع میں بھی خوبی ہوتی ہے اور بے لگاؤ نہیں معلوم ہوتا حالانکہ دونوں مضمونوں میں بڑا اختلاف ہوتا ہے قرآنِ پاک کی ایک ہی سورۃ جو مختلف مضامین پیش کرتی ہے کہیں بھی کوئی خلا، یا بے تعلق تبدیلی نہیں معلوم

(باقی ۱۷ پر)

بچوں کی محفل

غلام مصطفےٰ مغل ، پڈعیدن

اتفاق میں برکت ہے

بچو! آپ کو اس کہانی سے سبق حاصل کرنا چاہیئے۔

کسی گاؤں میں ایک کسان رہتا تھا اس کے پاس ایک گدھا تھا وہ اس سے بہت سارے کام لیتا تھا جب گدھا بوڑھا ہو گیا تو کسان نے اس کو گھر سے نکال دیا۔ گدھا گھر سے نکل پڑا۔ راستے میں اُسے ایک کُتا ملا جو بہت غمگین نظر آ رہا تھا۔ گدھے نے پریشانی کی وجہ پوچھی تو نے جواب دیا کہ میں بوڑھا ہو گیا ہوں مالک نے مجھے گھر سے نکال دیا ہے گدھے نے کہا آؤ ساتھی بن جائیں۔ جب یہ دونوں تھوڑی ہی دُور گئے کہ راستے میں اُن کو ایک مُرغ ملا۔ انہوں نے اس سے پوچھا بھائی مُرغے کیا بات ہے تم پریشان کیوں ہو تو مُرغے نے جواب دیا کل میرے مالک کے ہاں دعوت ہے۔ مالک نے کہا ہے کہ یہ بوڑھا ہو گیا ہے اس کو کل ذبح کریں گے میں اس وجہ سے پریشان ہوں گدھے اور کُتے نے کہا کہ ہم بھی اسی مصیبت میں گرفتار ہیں، چلو ہمارے ساتھ اللہ ہماری مدد کرے گا۔ جب وہ تینوں چل پڑے تو راستے میں اُن کو ایک بلّی ملی جو حیران بیٹھی تھی انہوں نے اس کی وجہ دریافت کی تو وہ کہنے لگی میں بوڑھی ہو گئی ہوں اس لئے چوہے نہیں مار سکتی اس لئے گھر کے مالک نے مجھے نکال دیا ہے۔

پیارے بچو! جب وہ چاروں راستے پر جا رہے تھے تو ان کو ایک گھر نظر آیا جب وہ گھر کے قریب پہنچے تو معلوم ہوا کہ یہاں ڈاکو رہتے ہیں۔ اب وہ چاروں تدبیریں سوچنے لگے کہ کیسے ان کو گھر سے نکالا جائے۔

بچو! جو ہمت کرتا ہے اللہ اس کی مدد کرتا ہے آخر ان کو ایک تدبیر سوجھی چاروں گھر کی دیوار کے پاس تھے، نیچے گدھا کھڑا ہو گیا گدھے کے اوپر کُتا اس کے اوپر مرغا، مرغے کے اوپر بلّی۔ جب چاروں نے مل کر اپنی اپنی آوازیں نکالیں، تو ایک خوفناک سماں بن گیا، ڈاکوؤں نے سمجھا ہم پر کسی بلا نے حملہ کر دیا وہ بھاگ کھڑے ہوئے چاروں ساتھی خوشی سے اندر داخل ہوئے وہاں کھانے کی بہت سی چیزیں تھیں وہ مل کر کھانے لگے ڈاکوؤں کے سردار نے سوچا آخر یہ کیا چیز ہے جب وہ کمرے میں داخل ہوا تو گدھے نے بڑے زور سے ٹانگ ماری، کُتے نے اس کو ٹانگ پر کاٹ لیا، مرغے نے چونچ ماری، بلّی نے اپنا پنجہ مارا ڈاکو سردار زور سے چیخا اور وہاں سے بھاگ گیا۔

دیکھا بچو ان چاروں نے کتنی ہمت سے کام لیا۔

بقیہ : اعجاز القرآن

ہوتی۔ قرآن پاک جگہ جگہ اپنے موضوع کا رُخ وعدے سے وعید کی طرف ترغیب سے ترہیب کی طرف ماضی سے مستقبل کی طرف، قصوں سے امثال کی طرف اور حکم سے نزاع کی طرف بدلتا ہے لیکن اس سے مضمون میں کوئی ناموافقت نہیں پیدا ہوتی، جو نہایت ہی مشکل امر ہے اور موضوع بدلتے وقت غیر موزونیت کا ہونا لازمی ہے اسی لیے بہت سے شعراء ایسے مواقع پر ناکام رہتے ہیں، بحتری گو عمدہ بندش اور خوبی بیان میں مشہور ہے لیکن جب وہ غزل سے مدح کی جانب آتا ہے تو اس تبدیلی کو وہ مناسب طور پر نباہ نہیں سکتا اور اس میں ناکام رہتا ہے۔

(۲۴) قرآن پاک کی نقل و روایت میں اس توجہ سے کام لیا گیا ہے کہ اس کے الفاظ، مضامین و ترتیب میں تغیر کا کیا ذکر حرکات تک میں بھی ذرہ برابر تغیر نہیں ہوا، ہر زمانے اور ہر ملک کے لوگوں کی بس یہی کوشش رہی کہ قرآن پاک ان کے پاس بعینہٖ اسی حالت میں بغیر ذرہ برابر تغیر کے محفوظ رہے جس میں ان تک پہنچا

خط و کتابت کرتے وقت
خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں ملا ادارہ

موت سے کس کو رستگاری ہے

● ہم گذشتہ ہفتہ یہ اطلاع دے چکے ہیں کہ حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب انتقال کر گئے۔ آپ کا انتقال گذشتہ جمعرات (۱۱/۲/۸۲) کو ہوا اور جمعہ (۱۲/۲/۸۲) کو آپ کو سپرد خاک کر دیا گیا۔ مولانا موصوف نے زندگی کا بڑا حصہ لاہور میں گذارا اور انار کلی کی مسجد میں خطیب و امام کی حیثیت سے آپ نے طویل عرصہ خدمات انجام دیں آپ ایک مجاہد اور نڈر انسان تھے قدرت نے بے شمار خوبیوں سے نوازا تھا۔ برصغیر کے اس قافلہ حریت کے جی دار سپاہی تھے۔ جس نے یہاں انگریزی استبداد کو ناک چنے چبوا دئے۔ جمعیۃ علماء ہند اور مجلس احرار اسلام اور قیام پاکستان کے بعد جمعیۃ علماء اسلام کے سٹیج پر مصروف عمل رہے۔ حضرت الامام لاہوری، مولانا ہزاروی، حضرت درخواستی، مفتی محمود اور مولانا عبید اللہ انور جیسے اساطین اور بزرگوں سے ان کے تعلقات مثالی نوعیت کے تھے۔ اور اس پیری میں بھی جوانوں کے لئے ایک مثال تھے۔ قدرت نے ان کو دھڑکتا ہؤا دل عطا فرمایا تھا ان کی موت کی خبر پہنچی تو حضرت مولانا عبید اللہ انور سمیت سبھی حضرات غم و اندوہ کی دنیا میں ڈوب گئے۔ اپنے اس مجاہد رفیق کی یادیں تازہ ہو گئیں اور ہر آدمی ان کی خوبیوں اور کمالات کا تذکرہ کرنے لگا۔ ایسے زندہ دل اور مخلص مجاہد اب کہاں؟ افسوس کہ ارباب عزیمت یوں ایک ایک کر کے رخصت ہو رہے ہیں خدا ان کے درجات بلند فرمائے۔ ان کے اکلوتے صاحبزادے میاں عبدالرحمٰن اور دوسرے متعلقین و لواحقین کو صبر جمیل سے نوازے۔

• اللّٰھم اغفرہ وارحمہ

● جناب عبدالحمید آزاد کے سانحہ ارتحال سے بھی آپ واقف ہو چکے ہیں۔ موصوف ایک عرصہ سے مصری شاہ لاہور میں حضرت لاہوری قدس سرہ کی تعمیر کردہ مسجد میں بے لوث خدمات انجام دینے میں مصروف تھے۔ حضرت لاہوری اور حضرت امیر شریعت کے قدیمی نیازمند تھے۔ عقیدہ ختم نبوت کے لئے ان کی دلچسپیاں مثالی تھیں۔ مجلس تحفظ ختم نبوّت کے ایک مخلص ورکر تھے۔ بڑھاپے کے باوجود صحت اچھی تھی اور جوانوں سے بڑھ کر ہمت سے کام کرتے تھے۔ ان کے سانحۂ ارتحال سے مجلس تحفظ ختم نبوّت اور انجمن خدام الدین ایک مخلص ساتھی سے محروم ہو گئی۔ اللہ تعالےٰ ان پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے اور ان کے لواحقین کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ آمین

بقیہ: رسولؐ کا صحیح مقام

کے ساتھ ہوتے ہیں تو کہیں نہیں جاتے تاوقتیکہ اس سے اجازت نہ لے لیں۔

آگے اس سلسلہ میں ان لوگوں کے بارے میں جو بلا اجازت چپکے سے سرک جاتے تھے فرمایا گیا ہے۔

فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ۔ (النور ع ۹)

پس ڈرنا چاہیئے ان لوگوں کو جو خلاف چلتے ہیں اس کے حکم سے اس بات سے کہ مبتلا ہوں وہ کسی سخت فتنہ میں یا پہنچے ان کو درد ناک عذاب۔

رسولؐ کے مقام و منصب کا بیان ایک مستقل موضوع ہے اور اگر اس پر شرط وبسط سے لکھا جائے تو جتنا کچھ لکھا جا چکا ہے اس سے بہت زیادہ لکھا جا سکتا ہے اور بلا مبالغہ سینکڑوں آیتیں اس سلسلہ میں پیش کی جا سکتی ہیں۔ لیکن یہاں اس وقت ان ہی اشارات پر اکتفا کر کے میں کہنا چاہتا ہوں کہ جب قرآن مجید سے آپ کا مطاع، متبوع، امام و ہادی آمر و ناہی، حاکم و حکم وغیرہ وغیرہ ہونا ثابت ہو گیا تو یہ بھی ماننا پڑے گا کہ دین کے سلسلہ کا ہر امر و نہی، ہر حکم و فیصلہ اور ہر قول و عمل واجب التسلیم اور لازم القبول ہے۔

نشریہ ریڈیو پاکستان لاہور
۱۰ فروری ۱۹۸۲ء
شام ۵ بجے

اسلامی معاشرہ اور معاملات

محمد سعید الرحمٰن علوی

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم وعلیٰ آلہ وصحبہ ومن تبعھم الیٰ یومٍ عظیم: اما بعد، اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم: —

ویل للمطففین، الذین اذا اکتالوا علی الناس یستوفون واذا کالوھم او وّزنوھم یخسرون۔ (صدق اللہ العلی العظیم)

محترم سامعین! سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واصحابہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے طلب کسب الحلالِ فریضۃ بعد الفریضۃ — یعنی ارکانِ اسلام جو فرض ہیں اور جن کی ادائیگی ہر کسی کے ذمہ لازم ہے۔ ان کے بعد سب سے اہم فرض اور ذمہ داری حلال مال کا حاصل کرنا ہے، ظاہر ہے کہ اپنی ضرورتوں کی تکمیل کی غرض سے سرمایہ و مال ہر ایک کی ضرورت ہے اور کسی کو بھی اس سے مفر نہیں۔ حصولِ مال کی غرض سے دنیا میں بہت سے کام لوگ کرتے ہیں۔ جن میں کھیتی باڑی، گلہ بانی، تجارت اور محنت مزدوری وغیرہ شامل ہیں اور آج کے دور میں صنعتی میدان میں انسان کی بھاگ دوڑ اور محنت و سعی بھی اسی ضرورت کے پیشِ نظر ہے۔ حضرات انبیاء علیہم السلام جو اللہ تعالےٰ کی طرف سے انسانوں کی ہدایت کے لئے تشریف لائے۔ انہوں نے اپنے اپنے وقت میں مختلف کام کئے تاکہ لقمہ ہائے حلال سے قوتُ ما لا یموت کا اہتمام کر سکیں — انسانی برادری کا یہ سب سے زیادہ محترم اور مقدّس طبقہ کبھی کسی پر بوجھ نہیں بنا اور کسی جائز پیشے سے ان حضرات نے عار بھی محسوس نہیں کی۔

حضرت داؤد علیہ السلام خدا کے برگزیدہ نبی تھے اپنے ہاتھوں سے کام کر کے کھاتے۔ اور امام بخاری علیہ الرحمہ کی نقل کردہ روایت کے مطابق سرکار دو عالم علیہ السلام نے ان کے کام کا تذکرہ کرتے ہوئے اس بات کی تعریف فرمائی اور فرمایا کہ بہتر کھانا وہی ہے جو آدمی اپنے ہاتھ سے کام کر کے کھائے۔

اسی طرح ایک حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کا کوئی نبی ایسا نہیں جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں۔

ایک حدیث میں ہے کہ ان اللہ طیب لا یقبل الا طیبا۔ کہ اللہ تعالےٰ تمام کمالات سے موصوف اور تمام عیبوں سے پاک ہیں اور وہ طیب ہی کو قبول کرتے ہیں یعنی ان کی بارگاہ میں حلال مال قبول ہوتا ہے حرام مقبول نہیں ہوتا۔ پھر حلال کی اہمیت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ حضرت نبی اکرم علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جس کا لباس و خوراک حرام کا ہو اس کی دعائیں کاہے کو قبول ہوں گی۔

ایک حدیث میں یہود کی ذلّت و خواری کے اسباب میں ایک سبب یہ بھی بیان کیا گیا کہ بعض اشیاء ان پر حرام کی گئیں لیکن انہوں نے انہیں حلال ٹھہرا لیا۔

اسی طرح ایک حدیث میں ہے کہ وہ گوشت جنّت میں داخل نہ ہوگا جو حرام سے پلا ہو۔

یہ تمام باتیں اس حقیقت کو واضح کرتی ہیں کہ حلال کی اللہ کے نزدیک کیا قدر و منزلت ہے اور حرام کتنا مبغوض ہے۔ حصول حلال کے لئے خدا کے نبیوں نے بکریاں چرائیں، محنت مزدوری کی اور تجارت بھی کی۔ ہمارے آقا و مولا صلی اللہ تعالیٰ علیہ و اصحابہ وسلم نے خود تجارت فرمائی اور تونگری

کی خواہش و شوق رکھنے والوں کو تجارت کا پیشہ اپنانے کی تلقین کی۔ اور جو تاجر صدق و امانت سے کام کرتے ہیں انہیں آخرت میں انتہائی اعلیٰ مراتب کی خوشخبری سنائی۔ اس کے برعکس ایک تو قرآن عزیز نے حضرت شعیب علیہ السلام اور ان کی قوم کے حوالہ سے ناپ تول کی صحت و درستی کی طرف توجہ دلائی اور اس قوم کے جرائم میں کاروباری بددیانتی اور کم تولنے اور کم ناپنے کا ذکر کیا اور ان جرائم کے نتیجہ میں وہ جس طرح ہولناک چیخ کا شکار ہو کر ذلت و خواری کی موت مری اس کا کئی مقام پر ذکر فرمایا ــــــ پھر یہ آیات جو ابتدا میں آپ نے سماعت فرمائیں ان میں ان مکی تاجروں کا ذکر کیا جو قبول اسلام سے قبل لینے دینے کے پیمانے الگ الگ رکھتے تھے اور اس طرح کاروباری دنیا میں بددیانتی، دھوکہ اور فریب دہی کے مرتکب ہوتے۔ ارشاد ہے: ــــ

"ناپ اور تول میں کمی کرنے والوں کے لئے خرابی ہے جو لوگوں سے ناپ کر لیں تو پورا لیں۔ اور جب ان کو ناپ کر یا تول کر دیں تو کم دیں۔"

قرآن کے یہ ارشادات بلاشبہ ہمارے لئے انتہائی اہمیت کے حامل ہیں اور ان کے مقتضی پر عمل نہ کرنا کمال درجہ کی بدبختی و نامرادی ہے۔

سرکار دو عالم علیہ السلام تجارت میں قسمیں کھانے سے روکتے ہیں اور ایک حدیث میں تاجروں کے گروہ کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں کہ میاں! تجارت ایک ایسی چیز ہے جس میں لغویات بہت ہو جاتی ہیں اور قسمیں کھائی جاتی ہیں ان سے بچو اور صدقات کے ذریعہ ان کا کفارہ ادا کرو۔ حضرات محدثین کے نزدیک لغویات سے مراد وہ بیکار گفتگو ہے جو گاہک کو پھانسنے اور اپنے سودے کو دنیا کا بہترین سودا ثابت کرنے کے لئے کی جاتی ہے۔ اس سے احتراز ضروری ہے ــــــ نیز ایک حدیث میں تاجروں کے لئے فرمایا کہ جس تاجر نے سچائی اور تقویٰ کے بغیر کاروبار کیا وہ قبر سے فاجر و گنہگار ہو کر اٹھے گا۔

قرآن و سنت کے ان ارشادات کی روشنی میں تجارت کی برکات کا جہاں علم ہوتا ہے وہاں یہ بات بھی ظاہر ہوتی ہے کہ جب قواعد و ضوابط شرعیہ کے خلاف تجارت ہوگی تو ممکن ہے آدمی کو وقتی طور پر ڈھیروں مال مل جائے لیکن اس کا انجام بہت بُرا ہوگا اور عین ممکن ہے کہ آج لاکھوں میں کھیلنے والا سیٹھ اور تاجر دنیا میں ہی اپنی بے راہروی کی سزا یوں بھگتے کہ وہ نانِ جویں کا محتاج ہو کر رہ جائے۔

اسلامی تاریخ میں تاجر پیشہ طبقہ ہمیشہ معزز و محترم رہا اور دنیا کی آبادی کا ایک بڑا حصہ جو مشرقِ بعید کے ممالک سے تعلق رکھتا ہے انہی خدا خوفی رکھنے والے عرب مسلمان تاجروں کی دیانتدارانہ تجارت کے نتیجہ میں اسلام کی آغوش میں آگیا ــــــ اور اب حالت یہ ہے کہ بین الاقوامی تجارت میں سب سے زیادہ جس قوم کی ساکھ مجروح ہے وہ ہم ہی ہیں کیونکہ ہم نے ان شرعی ضوابط کو نظر انداز کر دیا جو حضرات فقہاء کرام نے قرآن و سنت کی روشنی میں وضع کئے ہیں۔ حضرات علماء کرام نے خرید و فروخت کی ایک قسم تو وہ بیان کی جس کو صحیح کا نام دیا جاتا ہے۔ یعنی ایسی تجارت جو اپنی اہلیت اور اوصاف کے اعتبار سے صحیح اور درست ہو جب کہ ایک قسم بیع باطل کی بیان کی ہے اور اس کا مفہوم یہ ہے جو بالکلیہ ناجائز ہو۔ جیسے خمر و خنزیر کی تجارت ــــــ ایک قسم بیع فاسد کی بیان کی ہے اس کا مفہوم یہ ہے کہ فی نفسہ تو وہ درست ہو لیکن اس میں کچھ خرابی واقع ہو گئی ہو۔ اس کا حکم یہ ہے کہ جب تک خریدی ہوئی چیز خریدنے والے کے قبضہ میں نہیں آئے گی اس وقت تک وہ مِلک میں نہیں آئے گی۔ اور جب قبضہ ہو جائے گا تو وہ حلال طیّب نہیں ہوگی اس لئے کہ اس کو استعمال میں لانا درست نہ ہوگا۔ بلکہ اس کو فسخ کرنا اور توڑ دینا لازم ہوگا۔ ایسے سودے کے لئے ضروری ہے کہ اگر لینا ہی ضروری ہو تو فسخ

کے بعد از سرنو دوبارہ صحیح اصولوں کے مطابق سودا کرے۔ نیز فقہاء نے تصریح کی کہ فاسد بنیادوں پر کوئی سودا کر لیا اور پھر اسے دوسری جگہ بیچ ڈالا تو دوسرے خریدار کے لئے بھی اس کا استعمال درست نہ ہوگا۔

یہ مسائل ایسے ہیں جن کا سیکھنا لازم اور ضروری ہے ورنہ خطرہ یہ ہے کہ حصول رزق کی ساری جد و جہد کا نتیجہ مال حرام کی شکل میں نکلے گا۔ اور اس کے جو دنیوی اور اخروی نتائج سامنے آئیں گے ان کا اندازہ کرنا مشکل نہیں ــــــ سہولت کی غرض سے بات مثالوں سے واضح کی جاتی ہے۔

مثلاً ایک شخص تالاب، دریا یا سمندر کی مچھلیاں بیچ دیتا ہے یا جس طرح آج کل سالانہ ٹھیکوں کا رواج ہے تو فقہ اسلامی کی رُو سے یہ تجارت سب غلط و ناجائز بلکہ فاسد سے بڑھ کر باطل ہے۔ ان کی تجارت اسی شکل میں صحیح ہو سکتی ہے کہ ان کا شکار کر کے قبضہ تامہ کے بعد انہیں فروخت کیا جائے۔

بعض لوگ ایسی گھاس بیچ دیتے ہیں جو ان کی محنت کے بغیر اُگی اور انہوں نے اسے سینچا بھی نہیں۔ یہ گھاس کسی کی مِلک نہیں، کوئی بھی اس سے استفادہ کر سکتا ہے ــ ایسی گھاس کی تجارت درست نہیں، کسی کو کاٹنے سے منع کرنا درست نہیں ــــ

کسی جانور کے تھنوں میں جو دودھ ہے دوہنے سے قبل اس کا بیچنا درست نہیں۔ کسی مکان وغیرہ کی اینٹوں، لکڑی وغیرہ کو کھودنے نکالنے کے بغیر بیچ ڈالنا درست نہیں۔ کوئی صاحب مکان بیچتے ہیں اور شرط لگاتے ہیں کہ مہینہ بھر یا کم و بیش اس میں ہم قیام کریں گے یہ شرط فاسد و لایعنی ہے اس کا کوئی اعتبار نہیں۔ بعض معاشروں میں کل اور آج رواج تھا اور ہے کہ جانور کے پیٹ میں جو بچہ ہوتا ہے اس کی تجارت کر لیتے ہیں ظاہر ہے کہ یہ کسی طرح درست نہیں۔ ہمارے یہاں عام رواج ہے کہ باغات ایسی حالت میں فروخت ہو جاتے ہیں جب ان کا پھل پکا نہیں ہوتا۔ اس میں کھجور کے باغات ہوں یا آم کے یا کسی دوسرے پھل کے، اس قسم کی تجارت بالکل غلط ہے اور اس سے حضور علیہ السلام نے سختی سے روکا۔ بڑی بڑی تجارتی فرموں کا جو یہ رواج ہے کہ وہ ایک دفتر قائم کر کے اور محض چند نمونے رکھ لیتے ہیں۔ پھر کاروبار اور دھندا اس طور شروع کر دیتے ہیں کہ دن میں لاکھوں کا مال اِدھر سے اُدھر ہو جاتا ہے یہ سب غلط اور لایعنی طریقہ ہے اور اسلام کسی شکل میں اس کی اجازت نہیں دیتا۔ ہوتا یوں ہے کہ سوت، کپڑا اور دوسری اشیاء کے متعلق ایک بات طے ہو گئی۔ اور مال لے دے لیا ــــ ظاہر ہے کہ یہ انداز درست نہیں۔ باغات کی طرح کچے کھیت فروخت کر دئے جاتے ہیں۔ سرکار دو عالم علیہ السلام نے اس سے منع کیا۔ اونٹ، بھیڑ، بکری وغیرہ کے جسم پر اون وغیرہ کی تجارت کا پیغمبر اسلام علیہ السلام نے یہ طریقہ بتلایا کہ انہیں ان کے جسموں سے علیحدہ کر کے باقاعدہ فروخت کیا جائے اس کے بغیر ان کا بیچ ڈالنا بہر طور غلط اور ناجائز ہے۔

تجارت میں کوئی ایسی شکل جس میں فریقین میں سے کوئی ایک فریق کسی جائز شرط کی حقیقت سے واقف نہ ہو یہ غلط اور نادرست ہے۔ مثلاً کوئی آدمی کہتا ہے، کہ نیروز یا مہرجان کے دن ہم تمہیں سودا دیں گے یا تم سے پیسے لیں گے اور فریقین میں سے کوئی ایک ان ایام سے واقف نہیں تو یہ تجارت غلط ہے ــــــ اسی طرح ایک سودا طے ہو جانے کے بعد کوئی تیسرا آدمی تاجر یا خریدار کو بہکا کر گڑبڑ کرتا ہے اور اس کے بہکانے کے نتیجہ میں کوئی سودا ہو جاتا ہے تو یہ تجارت ناجائز ہوگی۔ اسی طرح علماء نے اذان جمعہ کے بعد تجارت کرنا ناجائز لکھا کہ اس سلسلہ میں قرآن عزیز کا صریح حکم موجود ہے کہ اس وقت ایسا نہ کریں۔

الغرض یہ چند باتیں اس ضمن میں گوش گذار کر دی گئیں جن کا خیال ضروری ہے۔ مزید تفصیلات کے لئے قریبی علماء سے رجوع کریں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی رضا سے نوازے۔ آمین!

حُسنِ اخلاق

ایک میٹھا بول مایوس اور دل شکستہ انسان کو ولولۂ تازہ عطا کر دیتا ہے

تحریر
سید عطاء الرحمٰن جعفری
بی اے (آنرز)

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے اخلاق میں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلّم سے بڑھ کر کسی کو نہیں پایا۔

انسان کا سب سے قیمتی سرمایہ اس کے اعمال ہیں۔ اعمال ہی پر اُس کی بلندی و پستی، اس کی ترقی و تنزل، اُس کی مقبولیت اور نامقبولیت کا دارو مدار ہے۔ اعمال ہی انسان کو بامِ عروج پر لے جاتے ہیں۔ اور اعمال ہی اس کو ذلت و تباہی کے گڑھے میں پہنچا دیتے ہیں۔ اسی طرح اجتماعی زندگی کا حال ہے۔ اگر کسی قوم کے افراد کی اکثریت حسنِ عمل کی سرمایہ دار ہوگی۔ تو وہ قوم ترقی و عروج کی بلندیوں کو چھوئے گی اور جس قوم کے افراد حسنِ عمل سے محروم ہوں گے۔ وہ قوم ترقی کی بجائے تنزل کی طرف جائے گی۔ یہ وہ بات ہے جس کو علومِ عمرانی کے ماہر بھی تسلیم کرتے ہیں اور جس کی گواہی میں تاریخ کے اوراق بھی صف باندھے کھڑے ہیں۔

مسلمانوں کو اللہ تعالےٰ نے ایک بہترین ضابطۂ حیات عطا فرمایا ہے۔ جس سے زیادہ جامع اور مکمل کوئی دستورِ حیات کوئی ضابطۂ عمل اور نظامِ اخلاق آج تک پیش نہیں کیا جا سکا۔ اور مسلمان کی حیثیت [illegible] ہمیں یقین ہے۔ ہمارا ایمان ہے کہ اللہ بھی پیش نہیں کیا جا سکے گا۔ اسلامی نظامِ عمل میں جہاں انفرادی اور اجتماعی زندگی کے تمام شعبوں کے متعلق مکمل و مفصل ہدایات موجود ہیں۔ اور ایک نمونۂ کامل محفوظ ہے وہیں زندگی کی چھوٹی چھوٹی باتوں اور معمولی معمولی گوشوں کو بھی ہدایات کی روشنی سے منور کر دیا گیا ہے۔ یہ چھوٹی چھوٹی باتیں زندگی کو خوشگوار اور کامیاب بنانے کے لئے بڑی کار آمد اور کارگر ہیں۔ ہادیٔ برحق صلی اللہ علیہ وسلّم کا فرمان ہے کہ

"مومن کی میزان میں اچھے اخلاق سے زیادہ کوئی چیز وزنی نہ ہوگی"۔

اخلاق کا تعلق پوری زندگی اور زندگی کی تمام سرگرمیوں سے ہے۔ لیکن ہم اس وقت اخلاق کے صرف اِس پہلو کو پیش کر رہے ہیں۔ جس کو عرفِ عام میں خوش اخلاقی یا خوش خلقی کہتے ہیں۔ اور جس کا تعلق دوسروں کے ساتھ سلوک اور برتاؤ سے ہوتا ہے۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے کہ:

اللہ تعالےٰ کو یہ بات پسند ہے کہ آدمی جب کوئی کام کرے تو خوش اسلوبی سے کرے۔ یہاں تک کہ اگر جانور ذبح بھی کرتا ہو تو اس میں بھی بد سلوکی نہ آنے پائے۔ حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسے آدمی کے پاس سے گزرے کہ جو بکری کو گرا کر اُس کے چہرے پر اپنا پیر رکھے ہوئے چھری کو تیز کر رہا ہے۔ اور بکری اُس کے عمل کو دیکھ رہی ہے حضورؐ نے فرمایا کہ یہ بکری ذبح کرنے سے پہلے نہ مر جائے گی؟ کیا تم اس کو دوہری موت دینا چاہتے ہو؟

یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تلقین تھی حُسنِ سلوک کے لئے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ حسنِ سلوک کی اہمیت زندگی میں کس قدر ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے جو طرزِ زندگی اپنی امت کو سکھلایا، ہے۔ اِس میں اچھے برتاؤ اور خوش خلقی کو کتنا اہم مقام حاصل ہے۔

حُسنِ سلوک ایسی چیز ہے۔ جس کا اظہار ہر وقت، ہر موقع پر ہر شخص سے ہو سکتا ہے۔ روزانہ صبح سے شام تک سینکڑوں آدمیوں سے آپ کا واسطہ پڑتا ہے۔ کسی سے سرسری ملاقات ہوتی ہے اور کسی سے تفصیلی گفتگو اور تبادلۂ خیالات ہوتا ہے۔ کسی سے صرف سلام دعا تک ہی بات پہنچتی ہے لیکن ان سب میں آپ کا طرزِ عمل اور برتاؤ ظاہر ہوتا ہے۔ اچھا برتاؤ ہوگا تو وہ بھی نمایاں ہوگا۔ اور اپنے اثرات چھوڑے گا۔ بُرا سلوک ہوگا

تو وہ بھی نمایاں ہو کر رہے گا۔ اور اس کے نتائج بھی نمایاں ہوں گے۔ چلتے چلتے محض سلام کرنے اور مزاج پوچھنے کے انداز ہی سے مخاطب کے ساتھ آپ کے رویے اور سلوک کا اندازہ ہو جاتا ہے۔ مسکراتا ہوُا چہرہ حسنِ اخلاق کا بہترین مظہر ہے۔ کسی کو دیکھ کر آپ کے چہرے پر بشاشت کا آجانا، اُس پر آپ کی توجہ اور اُس سے آپ کے تعلقِ خاطر کا جیتا جاگتا ثبوت ہے۔ اور یہ بھی حُسنِ سلوک ہے کہ لوگ یہ سمجھیں کہ انہیں ملنے سے آپ کو خوشی ہوئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ:

"اپنے بھائی کے لئے مسکرا دینا بھی صدقہ ہے"۔

بنائے انسانیت کا اِس سے زیادہ پاس کس کو ہوگا۔ اور انسانی نفسیات کا لحاظ اس سے زیادہ کس مصلح، کس رہنما نے رکھا ہوگا۔ باہم اخوت و محبت اور یگانگت کے ایسے نکتے آپ کو کہاں ملیں گے۔ بہ ظاہر چھوٹی چھوٹی باتیں زندگی میں بڑی اہمیت رکھتی ہیں۔ اور اکثر دُور رس نتائج پیدا کرتی ہیں۔ تعلقات کے بنانے اور بگاڑنے، رشتوں کو توڑنے اور جوڑنے میں ان چھوٹی چھوٹی باتوں کا بڑا دخل ہوتا ہے۔ بلکہ اکثر اہم باتوں کے مقابلے میں چھوٹی باتیں ہی انسانی تعلقات پر زیادہ اثر انداز ہوتی ہیں۔ حسنِ اخلاق انسان کو وہ طاقت اور وہ کشش عطا کرتا ہے۔ جس سے وہ دلوں کو مسخر کر لیتا ہے اور انسان کی سچی خدمت سرانجام دیتا ہے۔

ایک میٹھا بول بعض اوقات مایوس اور شکستہ دل انسان کو ولولۂ تازہ عطا کر دیتا ہے۔ ہمت افزائی کا ایک جملہ، حوصلوں کو بلند اور عزائم کو جوان کرتا ہے۔ یہ سب حسنِ سلوک کے کرشمے ہیں۔ بڑے سے بڑا آدمی اگر اس نعمت سے محروم ہے تو سمجھئے کہ وہ انسانیت کے حقیقی جوہر سے محروم ہے۔ اور سچی خوشی اس کے پاس بھی نہیں پھٹکے گی۔ انسان جتنا بڑا ہوگا۔ اُتنا ہی اس کا طرزِ عمل اور برتاؤ شائستہ اور شریفانہ ہوگا۔ بڑا کا مطلب ہی یہ ہے کہ آپ حسنِ اخلاق کی دولت سے مالا مال ہوں انسانی تمدن کی یہ خصوصیت ہے کہ بڑے اور چھوٹے ایک دوسرے کے محتاج ہیں۔ بڑوں کو چھوٹوں کا تعاون درکار ہے۔ اور چھوٹوں کو بڑوں کی مدد اور رہنمائی درکار ہوتی ہے۔ تمدن کی گاڑی انہیں دو پہیوں سے چلتی ہے۔ اس طرح انسان کو اپنے معاشرے کے مختلف افراد سے ملنا جُلنا اور اُن کے درمیان رہنا پڑتا ہے۔ پڑوسی کی مثال لیجئے آپ کتنے ہی امیر ہوں اور آپ کا پڑوسی کتنا ہی غریب اور بے سہارا ہو۔ بہرحال وہ آپ کے قریب ہے۔ آپ کو اُس کی خوشی اور اُس کو آپ کی تکلیف کا سب سے پہلے علم ہوگا۔ اور آپ ایک دوسرے کے رنج و راحت میں سب سے پہلے شریک ہو سکتے ہیں۔ اگر آپ ایسا نہیں کرتے تو آپ اچھے پڑوسی نہیں ہیں۔ اور اگر اچھے پڑوسی نہیں تو اچھے انسان بھی نہیں ہو سکتے۔ آپ کے حُسنِ سلوک کا پہلا مستحق آپ کا پڑوسی ہے۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلّم نے اس نکتے کو کس خوبی سے بیان فرمایا ہے۔

"اگر تیرے ہمسائے تجھے اچھا کہتے ہیں۔ تو تُو واقعی اچھا ہے۔ اگر تیرے بارے میں تیرے ہمسائے کی رائے خراب ہے تو تُو ایک بُرا آدمی ہے"۔

اسلام کی تعلیمات کا خلاصہ یہ ہے کہ مومن کا ہر کام اس طرح ہو گا کہ جس سے معلوم ہو کہ یہ مومن کا کام ہے۔ اور مومن اور غیر مومن کا فرق ظاہر ہو۔ حتیٰ کہ ایک مومن اگر کسی کے گھر جا کر دروازہ کھٹکھٹائے تو اس عمل سے بھی اندازہ ہو جائے کہ یہ ایک ایسا فرد ہے۔ جو اللہ پر ایمان رکھتا ہے۔ اور اپنے ہر عمل میں اس کے احکام کا مظہر اور عکس ہوتا ہے۔ اور ایک کافر کا عمل اِس کے کفر کا نمونہ ہے۔

؎ عمل سے زندگی بنتی ہے جنّت بھی جہنّم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

دین کا فرق اور طرزِ زندگی کا فرق، انسانوں کے کردار، برتاؤ اور اخلاق میں منعکس ہوتا ہے۔

مومن کا ہر عمل اس کے ایمان کی شہادت دیتا ہے طرزِ حیات اور طریقِ عمل ہے انسانوں اور انسانوں کے درمیان ایک واضح خطِ امتیاز کھینچ جاتا ہے۔

تعارف وتبصرہ

تبصرہ کے لئے ہر کتاب کی دو جلدیں دفتر میں ضرور بھیجئے ——— مدیر

عمدۃ الفقہ (حصہ اول)

تصنیف : حضرت مولانا سیّد زوار حسین شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

قیمت : -/۳۰ روپے

ملنے کا پتہ : ادارہ مجددیہ ۲/۵ ایچ ناظم آباد ۳ کراچی ۱۸ ۔

حضرت مولانا سید زوار حسین شاہ صاحب قدس سرہٗ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے عالی مرتبت شیخ اور صاحب سجادہ بزرگ تھے ۔ اور اپنے اسلاف گرامی کی طرح شریعت وطریقت کے جامع ۔ جتنا درک انہیں علوم باطنی میں تھا اتنا ہی علوم شریعت میں ۔ انہوں نے جہاں اور بے پناہ خدمات سرانجام دیں وہاں اپنے قلم سے اتنی خدمت سرانجام دی جو اس دور میں تنہا ایک آدمی کے بس کا روگ نہیں لیکن اللہ تعالےٰ اپنے مخلصین کے اوقات میں بھی برکت عنایت فرما دیتے ہیں اور وہ توفیق الٰہی سے بہت کچھ کر گذرتے ہیں ۔

ان کی تصنیفی خدمات میں زیر تبصرہ کتاب بھی ہے جو فقہی مسائل پر دور حاضر کی سب سے عمدہ ، بہترین اور مستند تصنیف ہے ۔ اس کتاب کے مختلف حصّوں پر ملک کے رسائل و جرائد نے جو تبصرے کئے اور حضرات علماء کرام نے جو تحسین کی وہ کتاب کی عنداللہ مقبولیت کی دلیل ہے ۔ نیز یہ بات بھی کتاب کے محاسن میں شمار ہوتی ہے کہ اکثر حصے ختم ہو چکے ہیں اور ان کے نئے ایڈیشنوں کا اہتمام ہو رہا ہے ۔ زیر تبصرہ حصّہ اول کتاب الایمان اور کتاب الطہارت پر مشتمل ہے ۔ جس پر نظر ثانی کا سلسلہ حضرت المخدوم نے خود شروع کیا تھا اور کسی قدر یہ کام ہو بھی گیا تھا کہ آپ علیل ہو گئے اور ۲۲ر رمضان ۱۴۰۰ھ کو اس جگہ پہنچ گئے جہاں ہر کسی کو جانا ہے ۔ اللہ تعالےٰ کے اپنے کام ہیں ——— اس کے امور میں دخل کی کسی کو مجال نہیں لیکن عالم اسباب میں موصوف کا سانحہ ارتحال بہت بڑا نقصان تھا اس لئے کہ آج کے دَور میں ٹھوس علمی بزرگ ناپید ہو کر رہ گئے ہیں ۔

حضرت شاہ صاحب کے مخلص ارادت مند اور ہمارے کرم فرما جناب محمد اعلیٰ صاحب جو خود ایک صاحب نسبت بزرگ اور دورِ حاضر میں دین کا سچا درد رکھنے والے بزرگ ہیں ، نے بڑی محبت ، خلوص اور محنت سے اس حصّہ کی کتابت کرا کر نہایت سفید کاغذ پر خوبصورتی سے طبع کرا کے اہل علم کے لئے بہت وقیع تحفہ طیار کر دیا ہے ۔ کتاب اردو زبان میں ہونے کی وجہ سے عام مسلمانوں کے لئے بھی انتہائی فائدہ مند ہے اور وہ اپنی دینی ضرورتوں میں پورے اعتماد کے ساتھ اس سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں ۔

اس حصہ کے علاوہ دوسری جلد کتاب الصلاۃ پر تیسری صوم و زکوٰۃ پر اور چوتھی حج پر مشتمل ہے جب کہ ان کی قیمتیں بالترتیب -/۳۰ ۔ ۵۰/۰ اور -/۴۰ روپے ہیں ۔ ہماری خواہش ہے کہ کوئی گھر اس کتاب سے خالی نہ ہو ۔ اللہ تعالےٰ مصنف مرحوم کے درجات بلند فرمائے ۔ اور ناشر اور جملہ معاونین کے لئے یہ خدمت ذخیرۂ آخرت ہو ۔

ہمارے فرائض اور ہمارے حقوق

تالیف : حافظ نذیر احمد پرنسپل شبلی کالج لاہور

صفحات : ۳۳۶

قیمت : -/۳۳

ملنے کا پتہ : مسلم اکادمی محمد نگر لاہور

ہمارے محترم بزرگ حافظ نذیر احمد کو دیکھ کر یقین ہو جاتا ہے ۔ کہ مادیت کے اس دَور میں بھی دنیا اہل دل سے خالی نہیں ۔ یہ اللہ کا بندہ تن تنہا کتنے کام کر رہا ہے اس کا اندازہ کرنا بھی ہمارے لئے مشکل ہے تنہا ان کی تصنیفی خدمات ہی کیا کم ہیں ؟ اور پھر کوئی چیز بھرتی کی نہیں ٹھوس علمی مواد پر مشتمل ہے ۔ زیر تبصرہ کتاب سالِ رواں کے آغاز میں شائع ہوئی ہے اور یقین ہے کہ اس کا شمار اس سال کی بہترین کتابوں میں ہو گا ۔

ہماری معلومات کے مطابق اس موضوع پر اردو میں قابل ذکر محض ایک کتاب تھی لیکن اپنی قدامت کے سبب اس کے مندرجات زمانہ حاضر کی ضروریات کے مطابق نہ رہے تھے ۔ حافظ صاحب کا کمال یہ ہے کہ انہوں نے انسانی زندگی کے اکیاون رشتوں پر بحث کی ہے ۔ پہلے ہر ایک کے فرائض بیان کئے ہیں ۔ پھر حقوق کا ذکر ہے ۔ اور ظاہر ہے کہ یہ فطری تقاضہ ہے ۔ دور حاضر کی مادی تہذیب نے حقوق کی جنگ کے نام پر افراتفری تو پیدا کی انسانی زندگی کا کوئی مسئلہ حل نہیں کیا ۔ اسلام جو توازن و اعتدال کا مذہب ہے اس میں فرائض و حقوق ساتھ ساتھ چلتے ہیں اور یہی اس کتاب کی اصل خوبی ہے ۔

کتاب میں دین و ایمان ، انسانی ، عائلی ، سماجی اور سیاسی رشتوں پر بڑی مدلّل اور لطیف بحث ہے اور پھر مزہ یہ ہے کہ کوئی بات کتاب و سنّت کے حوالہ کے بغیر نہیں ۔ ہم اپنے قارئین سے اس کے مطالعہ کی پرزور سفارش کرتے ہیں ۔ اور دعاگو ہیں کہ اللہ تعالےٰ مؤلف و ناشر کو بہترین جزا دے ۔

اردو بازار لاہور میں کتاب اسلامی اکادمی سے دستیاب ہے ۔

اصولِ تصوّف اور تصوّف کیا ہے ؟

یہ دونوں خوبصورت اور بقامت کہتر بقیمت بہتر رسالے مالکان ادارہ اسلامیات ۱۹۰ انارکلی لاہور نے شائع کئے ہیں ۔ جن میں سے اول الذکر رسالہ حکیم الامت مولانا تھانوی قدس سرہٗ کے افاضات کی روشنی میں آپ کے ایک خلیفہ صادق مولانا شاہ عبدالغنی پھولپوری قدس سرہٗ نے مرتب فرمایا ہے ۔

دوسرا رسالہ ہندوستان کے تین نامور اہل علم کے مقالات پر مشتمل ہے اور ان حضرات کے اسماء گرامی ہیں مولانا محمد منظور نعمانی ۔ مولانا محمد ادریس ندوی اور مولانا سید ابوالحسن علی ندوی ۔

حضرت تھانوی کی دینی خدمات کا ایک زمانہ معترف ہے ۔ آپ واقعۃً حکیم الامت اور مجدد ملّت تھے ۔ اللہ تعالےٰ نے ہر شعبہ حیات میں ان سے خدمت لی اور انہوں نے اپنے پیچھے ایک وسیع ذخیرہ علمی چھوڑا ۔ اسی ذخیرہ علمی میں یہ ایک رسالہ ہے جو آپ کے حکم سے مولانا پھولپوری نے لکھا اور ہمارے ناقص خیال میں تصوّف جیسے عنوان پر اس سے زیادہ مختصر لیکن جامع تحریر مشکل ہی سے ملے گی اور پھر لطف یہ ہے کہ انداز بہت سہل ہے کہ ہر کوئی فائدہ اٹھا لے ۔ رہ گیا دوسرا رسالہ تو اس کے فاضل مقالہ نگاروں میں سے "دو" یعنی مولانا نعمانی اور مولانا علی میاں تو اتنے معروف بزرگ ہیں کہ ان کے تعارف کی ضرورت نہیں ۔ ان دونوں کے قلم سے اللہ نے اپنے دین کی جو خدمت لی وہ اس کی عنایت و کرم خاصہ کا ہی نتیجہ ہے ۔ تحریر میں جاذبیت ہے شگفتگی ہے اور ایک مشکل اور خشک موضوع کو ایسا دلچسپ بنا دیا ہے کہ سبحان اللہ ! رہ گئے مولانا محمد ادریس تو وہ بھی ندوی برادری کے ایک اہم رکن اور علوم اسلامیہ کے اتنے فاضل ہیں کہ باید و شاید ؟ ان کی تحریر بھی باقی دونوں حضرات کی تحریرات کے عین مطابق تمام خوبیوں کی حامل ہے اور ہماری خواہش ہے کہ ہر شخص ان رسائل کو پڑھے تاکہ ہم اپنی روحانی بیماریوں سے آگاہ ہو کر حقیقی علاج کی فکر کر سکیں ۔

دونوں رسالوں کی قیمت -/۶/ ۶ روپے ہے ۔

ابوالکلام آزادؔ

قلم برداشتہ

آزاد شیرازی مدیر تذکرہ لاہور — ۱۶ فروری ۱۹۸۲ء

جہانِ کفر میں اسلام کا پیام تھا تو — ابوالبیان تھا تُو اور ابوالکلام تھا تُو
تُو البلاغ بھی تھا اور الہلال بھی تھا — تُو ترجمان تھا قرآن کا، بے مثال بھی تھا
وُہ تیرا تذکرہ ہے یا غبارِ خاطر ہے — ہر ایک اہلِ نظر کو بہارِ خاطر ہے
تُو مجتہد بھی، مجاہد بھی تھا، خطیب بھی تھا — بلند پایہ صحافی بھی تھا ادیب بھی تھا
تُو پیرزادہ تھا پھر بھی تُو پیر بن نہ سکا — فرنگیوں کی کمانوں کا تیر بن نہ سکا
نہ کوئی فرقہ بنایا نہ فرقہ بند بنا — تمام خلقِ خدا کا تُو دردمند بنا
تُو اپنے وقت کا منصور بھی تھا سرمد بھی — عبور کر گیا عرفان و علم کی حد بھی

امامِ ہند! قلندر تھا تُو، ولی نہ بنا
کسی فسانے کا عنوان تُو، جلی نہ بنا

فرنگیوں کے مقابل جو پہلا فرد تھا تُو — جری غیور شجاع اور جواں مرد تھا تُو
فسردہ رُوحوں کو تُو نے تازگی بخشی — عروقِ مُردۂ مشرق کو زندگی بخشی
صنم کدے میں کچھ اس طرح دی اذاں تُو نے — ہر ایک سرِّ نہاں کو کیا عیاں تُو نے
تُو سامراج کی عیّاریوں سے واقف تھا — فرنگیوں کی فسوں کاریوں سے واقف تھا
ہر اک بساطِ سیاست پہ تھی نگاہ تری — مگر سمجھ نہ سکی تجھ کو خود سپاہ تری
سب اہلِ کفر، مسلمان تجھے سمجھتے تھے — مگر نہ مسلمِ ناداں تجھے سمجھتے تھے
ہُوا ہے دفن تُو اس سرزمیں میں اے آزادؔ! — جہاں ہیں دفن ہمارے ہی آبا و اجداد

وہ سرزمین جہاں اترا تھا کارواں اپنا
قدم قدم پہ ثبت ہے نشاں اپنا

وہ سرزمین جہاں مسلم نے حکمرانی کی — وہ سرزمین جہاں مغلوں نے شہنشاہی کی
جہاں ہے اکبرِ اعظم جہاں ہے عالمگیر — جہاں ہے خلدِ دکن اور جنّتِ کشمیر
جہاں ہے لال قلعہ اور جہاں ہے تاج محل — وہیں پہ ملّتِ بیضا ہوئی ہے نذرِ اجل
جہاں ہے ٹیپوئے سلطاں وہ شیر بیشۂ دیں — وہاں پہ نعرۂ تکبیر اب سنا ہی نہیں
جہاں پہ سرمد و خسرو کا آستانہ ہے — وہاں پہ بُوم کانگرس کا آشیانہ ہے
اگر چھوڑ کے ہم تجھ کو آ گئے ہیں یہاں — مگر نہ بھولیں گے ہم سرزمینِ ہندوستاں
سلام ہو تری تربت پہ بندۂ آزادؔ! — تُو زندہ باد رہا ہے، رہے گا زندہ باد

"بآں گروہ کہ از ساغرِ وفا مستند
سلام ما برسانید ہر کجا ہستند"

بقیہ: اداریہ

ہیں جو حشر بپا کر رکھا ہے۔ وہ وقوع ہوگا

اس سے بڑا المیہ ان لوگوں کا طرزِ عمل ہے جو انصاف اور نظم کے ذمہ دار ہیں۔ مساجد کعبہ کی بیٹیاں اور خدا کا گھر ہوتی ہیں۔ اسلامی معاشرہ میں مساجد ہی سب کچھ ہوتی تھیں پر افسوس! آج وہ بے کیف سجدوں اور ہنگامہ آرائیوں کی نذر ہو رہی ہیں۔ معاملات نہ نبھے اور اصلاح نہ ہوئی تو ابرہہ کے ہاتھوں

کے مقابلہ میں ابابیلوں کو بھیجنے والا خود انتظام کرے گا — اس سے پہلے ہمیں احساس کر لینا چاہیے

○

بقیہ: احادیث الرسول

اس نور کا کمال ذات کے ادراک سے منع کرتا ہے۔ ایک حدیث شریف میں ہے رأیت نوراً میں نے نور دیکھا اس سے مراد بھی یہی معنی ہیں کہ میں نے نور کو دیکھا ذات کو نہیں دیکھا

لمحات ملخصاً

ٹیلیفون نمبر ۶۴۹۸۴ | خدام الدین لاہور | رجسٹرڈ ایل نمبر ۷۰۰۴

منظور شدہ محکمہ تعلیم
۱- لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ۱۶۳۲۱۹ مورخہ ۲۱ مئی ۱۹۵۳ء ۲- پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T-B-C/۷۳-۲۳۸۱ مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۵۶ء
۳- کوئٹہ ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ۶۷/۹/۳-۲۰ B-D-A9 ۴ اگست ۱۹۶۴ء (۴) راولپنڈی ریجن بذریعہ میمو نمبر ۴۰/۶/۱۵۳۲۱۰ مورخہ ۳ مارچ ۱۹۶۶ء

نعت شریف

✦✦✦✦✦✦✦✦✦✦✦✦✦✦✦✦✦✦✦✦

لٹا دی نام پر ان کے متاعِ دو جہاں ہم نے
مدینہ کو بنایا کعبۂ مقصودِ جاں ہم نے

محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کیا اسمِ اعظم ہے
کہ دیکھا جن کے در پر چرخ کو سجدہ کناں ہم نے

لطافت جسمِ اطہر کی شبِ معراج کیا کہئیے
ابھی دیکھا یہاں ہم نے ابھی دیکھا وہاں ہم نے

دیارِ پاک احمد کی سُنی ہیں جب سے تعریفیں
بھلا دی دل سے پرلے گلستانِ جہاں ہم نے

ہمیں کس واسطے ہو پرسشِ محشر کا اندیشہ
کیا ہے آپ پر تکیہ شفیعِ عاصیاں ہم نے

شفاعت آپ فرمائیں گے محشر میں رسولوں کی
سنا ایسا نبی کوئی نہ شاہِ مرسلاں ہم نے

پہنچ جاتے ہیں محشر ہم بھی اپنے جوشِ ایماں سے
نبی کا تذکرہ ہوتے ہوئے دیکھا جہاں ہم نے

✦✦✦✦

از عاجز ادو سید حسین محشر موہانی خلف مولانا افقر موہانی

ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور
بانی
شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی ؒ
شیرانوالہ دروازہ لاہور
۲۶ مارچ ۱۹۸۲ء
یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین لاہور
ڈیڑھ روپیہ
مطبع کاسمو پرنٹرز ۴۸۰ ڈیوس

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

ترجمہ — زاہد الراشدی

○ اور حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ ہر وہ گناہ جو شہوت کی وجہ سے ہو اس کی معافی کی امید کی جا سکتی ہے اور ہر وہ گناہ جو تکبّر کی وجہ سے ہو اس کی معافی کی امید نہیں کی جا سکتی۔ کیونکہ ابلیس کا گناہ تکبر کی وجہ سے تھا۔ اور آدم علیہ السلام کی لغزش خواہش کی وجہ سے تھی۔

○ کسی تارک الدنیا کا کہنا ہے کہ جس نے گناہ کیا اس حال میں کہ وہ ہنس رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے دوزخ میں داخل کریں گے اس حال میں کہ وہ رو رہا ہوگا اور جس نے اطاعت کی اس حال میں کہ وہ رو رہا ہے اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل کریں گے اس حال میں کہ وہ ہنس رہا ہوگا۔

○ ایک دانا کا قول ہے کہ صغیرہ گناہوں کو حقیر نہ سمجھو کیونکہ انہی میں سے کبیرہ گناہ پھوٹتے ہیں۔

○ کہا گیا ہے کہ عارف کا قصد ثنا ہے اور زاہد کا قصد دعا ہے۔ کیونکہ عارف کا قصد رب کے لئے ہے اور زاہد کا قصد اپنے نفس کے لئے ہے۔

○ ایک دانشور سے منقول ہے کہ جس شخص نے یہ وہم کیا کہ اللہ تعالیٰ سے زیادہ بھی اس کا کوئی دوست ہے اس کی معرفت اللہ تعالیٰ کے ساتھ کم ہے اور جس نے وہم کیا کہ اس کے نفس سے بڑا بھی اس کا کوئی دشمن ہے تو اس کی معرفت اللہ تعالیٰ کے ساتھ کم ہے۔

○ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اللہ تعالیٰ کے ارشاد "ظہر الفساد فی البر والبحر" کے بارے میں روایت ہے کہ "بر" سے مراد زبان اور "بحر" سے مراد دل ہے۔ پس جب زبان خراب ہو جائے تو اس پر لوگ روتے ہیں۔ اور جب دل خراب ہو جائیں تو ان پر فرشتے روتے ہیں۔

○ کہا گیا ہے کہ خواہشاتِ نفسانی کا غلبہ بادشاہوں کو غلام بنا دیتا ہے اور صبر غلاموں کو بادشاہ بنا دیتا ہے جیسا کہ حضرت یوسف علیہ السلام اور زلیخا کے قصہ سے ظاہر ہے۔

○ کہا گیا ہے کہ خوشخبری ہے اس کے لئے جس کی عقل اس کی حکمران اور خواہش اس کی قیدی ہے اور تباہی ہے اس کے لئے جس کی خواہش اس کی حکمران اور عقل اس کی قیدی ہے۔

○ کہا گیا ہے کہ جس نے گناہوں کو ترک کیا اس کا دل نرم ہوگا اور جس نے حرام کو ترک کیا اور حلال کھایا اس کا فکر صاف ہوگا اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک پیغمبر علیہ السلام پر وحی نازل فرمائی کہ جو میں نے حکم دیا ہے اس کی اطاعت کرو اور جو نصیحت کی ہے اس کی نافرمانی نہ کرو۔

○ کہا گیا ہے کہ عقل کو کامل کرنے کا ذریعہ اللہ تعالیٰ کی رضا کی باتوں کی پیروی اور اس کی ناراضگی کے کاموں سے بچنا ہے۔

○ کہا گیا ہے کہ صاحبِ فضل کے لئے کوئی مسافرت نہیں ہے اور جاہل کا کوئی وطن نہیں ہے۔

○ کہا گیا ہے کہ جو اطاعت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے قریب ہوگا وہ لوگوں میں مسافر ہوگا۔

سنبھلنے کی ضرورت

ارباب سکندر خاں خلیل جیسے مخلص انسان اور قابل احترام سیاسی رہنما کے قتل کے بعد جو واقعات رونما ہو رہے ہیں وہ بہرطور افسوسناک ہیں۔ کالعدم این ڈی پی پشاور میں اپنے مرحوم رہنما کے سوگ میں جلسہ منعقد کرنا چاہتی تھی لیکن - - - - - - - - - - - - - -

- — — - سمیت متعدد رہنماؤں کو ان کے گھروں میں نظربند کر کے متعدد کارکنوں کو جیل میں ڈال دیا گیا ہے۔

ارباب سکندر خان خلیل اپنی زندگی کے ایام خوبصورت طریق سے گذار کر مظلومانہ موت مر گئے اب اگر ان کے رفقاء و متعلقین ان کی یاد میں کوئی تقریب منعقد کرنا چاہتے ہیں تو اسے اس طرح روکنا آخر کہاں کی دانش مندی ہے؟ اور پھر جب انہی ایام اور تاریخوں میں ملک کے بعض دوسرے شہروں میں مختلف گروپ اور پارٹیاں اپنی شوریٰ اور عاملہ کے اجلاس منعقد کر رہی ہوں اور ان کے فتنہ پرور لیڈر استقبالیہ تقریبات میں اپنی نام نہاد گھن گرج کا مظاہرہ کر رہے ہوں تو پشاور کے ایک جلسہ سے کوئی قیامت تو نہ ٹوٹ پڑتی؟

ہم نے بارہا عرض کیا کہ "نوکر شاہی" جس طبقہ کو کہا جاتا ہے اس کی اصلاح کی فکر کی جائے۔ بدقسمتی یہ ہے کہ ملک میں ایک عرصہ سے حکمرانی کا شرف اسی طبقہ کو حاصل ہو کر رہ گیا ہے اور ان کی جماعت اتنی مضبوط اور مستحکم ہے کہ اس کا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا — ملک غلام محمد، سکندر مرزا اور چودھری محمد علی وغیرہ اسی طبقہ کے نمائندے تھے جو بالآخر بڑے اہم مناصب پر فائز ہوئے اور پھر ان کے ہاتھوں ملک کو جو زخم لگے وہ ایک المناک داستاں ہے — جب سے اب تک یہی طبقہ مصروف عمل ہے، انہی کی حکومت اور انہی کا طوطی بولتا ہے۔ ہر نئے حکمران کو شیشہ میں اتار لیتا اور اس کے گرد حصار کھینچ

اللہ الصمد

ر اپنی گرفت میں لے لینا اس طبقہ کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے

اس کے ساتھ ساتھ ذرا ان خبروں پر ایک نظر دوڑائیں کہ روس کے وزیر دفاع کی قیادت میں وہاں کی تمام فوجی انتظامیہ بھارت میں براجماں ہے اور ظاہر ہے کہ یہ لوگ وہاں کسی شادی کی تقریب میں نہیں گئے ـــــ روس نے سٹیل مل (جو بعد از خرابیٔ بسیار قائم ہوئی) اور گدو پاور سٹیشن کے لئے امداد بند ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ

باتیں قابل غور ہیں۔ اور سنجیدگی سے ان پر توجہ کرنے کی ضرورت ہے۔ اس کا طریقہ یہی ہے کہ حکمران طبقہ قسطوں کی بجائے یکبارگی اسلامی نظام نافذ کرے اور فوراً ـــــ انتظامیہ کی وسیع پیمانے پر ایسی تطہیر کرے کہ آئندہ کسی کو عوام کے ساتھ مذاق کرنے کا موقع نہ مل سکے۔ روایتی خاندانوں کی ملک کے مختلف شعبہ ہائے حیات پر اجارہ داری کا قصہ تمام کرے۔ سرمایہ داری اور جاگیرداری کا قلع قمع کرے۔ عوام کو ضروریاتِ زندگی فراہم کرنے کا اہتمام کرے ـــــ اور قتل و غارت گری، ڈاکہ زنی، آبروریزی کے روزمرہ کے واقعات کا سختی سے نوٹس لے، امن و امان قائم کرے

ایاز قدرِ خود بشناس

ایک دوست نے فرمایا کہ ہم مولانا عبیداللہ انور کی اجازت سے شوریٰ میں گئے ہیں۔ دوسرے گویا ہوئے کہ حضرت درخواستی حکومتی پروپیگنڈے کا شکار ہیں ـــــ اناللہ و انا الیہ راجعون۔

شوریٰ میں جانے والوں کو ان کا جانا مبارک لیکن یہ مناسب نہیں کہ آپ اس معاملہ میں دوسروں کو خواہ مخواہ ملوث کریں ـــــ مولانا عبیداللہ انور سے اس معاملہ میں کئی اجازت لینے آئے لیکن ان کے نکار کے ہم خود شاہد ہیں اور انہیں تو خود پیشکش تھی لیکن آخر جماعتی ضابطہ بھی تو کوئی چیز ہے ـــــ ہم موجودہ اقتدار کے ابتدائی ایام میں اس کے ساتھ تعاون کے زخم ابھی تک چاٹ رہے ہیں۔ مزید کے کیسے متحمل ہو سکتے ہیں؟ رہ گیا حضرت درخواستی کا حکومتی پروپیگنڈے کا شکار ہونا تو یہ بات وہی کہہ سکتا ہے جسے حقائق کی خبر نہ ہو؟ مرشد درخواستی قومی اتحاد کی حکومت میں شمولیت کے بارے میں جو رائے رکھتے تھے واقفانِ حال کو اس کی خبر ہے؟ اس کے بعد اس درویش کے متعلق یہ بات انتہائی افسوسناک ہے۔ اخبارات کے صفحات پر اپنی نمایش کروا لینے کے بعد پھر یہ کہنا کہ رپورٹنگ غلط ہوتی ایک پرانا انداز ہے جس کی آج کی دنیا میں کوئی اہمیت نہیں ـــــ ہم عزیزانِ گرامی سے درخواست کریں گے کہ

"پہلے تولو پھر بولو"۔

چار نکاتی فارمولا

آج کل مختلف النوع فارمولوں کا موسم ہے۔ جناب عبدالستار خاں نیازی نے دینی جماعتوں کے اتحاد کے سلسلہ میں ایک چار نکاتی فارمولا پیش کیا ہے جو لاہور کے ایک معاصر کی گذشتہ اشاعت میں شائع ہوا۔ ہم اس کا بغور جائزہ لے رہے ہیں۔ انشاء اللہ تعالےٰ آئندہ اشاعت میں اس پر اپنی تفصیلی معروضات پیش کریں گے۔

مجلسِ ذکر

اپنی کمزوریاں دور کریں

ضبط و ترتیب : ادارہ

محترم حضرات! ایک طویل حدیث ہے جس کے راوی حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالےٰ عنہ ہیں وہ فرماتے ہیں کہ ایک دن حضرت معاویہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ مسجد میں لوگوں کے حلقہ کے پاس سے گذرے تو ان سے پوچھا کہ یہاں کیوں بیٹھے ہو؟ انہوں نے عرض کیا کہ ہم یہاں بیٹھ کر اللہ کا ذکر کر رہے ہیں۔ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ مجھے سچ بتاؤ کہ واقعی یہاں بیٹھنے سے تمہارا یہی مقصد ہے؟ انہوں نے کہا۔ بخدا واقعی ہم اسی لئے بیٹھے ہیں اور اس کے سوا ہمارا کوئی مقصد نہیں۔

آپ نے فرمایا کہ میں نے کسی شک کی وجہ سے تمہیں قسم نہیں دلائی بلکہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و اصحابہ وسلم کے ایک عمل مبارک کو دہرایا ہے ـــــ ایک دن نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اپنے صحابہ علیہم الرضوان کے ایک حلقہ کے پاس سے گذرے تو ان سے پوچھا کہ تمہیں کس چیز نے بٹھا رکھا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہم اللہ تعالیٰ کا ذکر کر رہے ہیں، اور ہدایت کی توفیق دینے پر اس کا شکر ادا کر رہے ہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و اصحابہ وسلم نے فرمایا۔ کیا واقعی تمہیں اسی چیز نے یہاں بٹھا رکھا ہے؟ انہوں نے جواب دیا۔ جی ہاں، بخدا اس کے علاوہ ہمارا کوئی مقصد نہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ و اصحابہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ میں نے کسی شک کی وجہ سے تمہیں قسم نہیں دلائی۔ بلکہ ابھی میرے پاس جبریل علیہ السلام تشریف لائے اور بتلایا کہ تمہاری وجہ سے اللہ تعالیٰ فرشتوں پر فخر کر رہے ہیں"۔

یہ طویل روایت امیرالمومنین فی الحدیث حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ تعالےٰ نے نقل فرمائی ہے۔ اور اس سے ذکرِ الٰہی کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔

ذکر کے متعلق اکثر و بیشتر بیان ہوتا رہتا ہے اس سے بڑھ کر نہ سعادت کی کوئی بات ہے نہ فضیلت کی۔

ایک حدیث میں ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں میں ان کا دوست ہوں جو مجھے یاد کرتے ہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ بھی منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب بندہ مجھے تنہائی میں یاد کرتا ہے تو میں اسے فرشتوں کی مجلس میں یاد کرتا اور جب وہ بالشت بھر چل کر میری طرف آتا ہے تو میں گز بھر چل کر اس کی طرف آتا ہوں مزید فرمایا کہ بندہ جب میری یاد میں گھل جاتا ہے تو میں اس کے اعضا بن جاتا ہوں جن سے وہ دیکھتا، سنتا اور بولتا ہے۔ اسی کے متعلق ارشاد ہے

"گفتۂ او گفتۂ اللہ بود

میرے عزیز دوستو اور بزرگو! ذکرِ الٰہی کی ان برکات سے محرومی اس وقت ہوتی ہے جب اس کے آداب کا لحاظ و خیال نہ کیا جائے اور جب خالص اعتقاد اور توجہ کے ساتھ اس کی یاد ہو، چاہے وہ تلاوت قرآن کی شکل میں ہو، کلمہ طیبہ کی شکل میں ہو، درود و استغفار کی شکل میں ہو۔ اس کی برکات بہرحال سامنے آتی ہیں۔ قرآن خدا کا سب سے زیادہ اور سب سے بڑھ کر

(باقی ص ۱۱ پر)

خطبہ جمعہ

ضبط و ترتیب: علوی

سیرتِ نبوی قرآنی

حیاتِ مبارکہ کے آخری غزوات

جانشینِ شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور دامت برکاتہم العالیہ

بعد از خطبہ مسنونہ :۔

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم :۔

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰہِ وَالْفَتْحُ (الآیہ)

محترم حضرات و معزز خواتین!

آج کی صحبت میں غزواتِ نبوی کے ضمن میں آخری گفتگو ہو گی اور حیاتِ مبارکہ کے آخری غزوات کا ذکر ہو گا۔

غزواتِ نبوی کی تعداد کہیں زیادہ ہے لیکن چونکہ ہمارا مقصد صرف قرآن عزیز کی روشنی میں سیرت مقدسہ کے مختلف گوشوں کا ذکر مقصود تھا اس لئے اس قدر اختصار سے کام لیا گیا۔

غزوۂ خیبر

حدیبیہ کے بعد یہ واقعہ پیش آیا۔ اہلِ سیرت نے اس کی تاریخ محرم صفر ۷ھ مطابق مئی جون ۶۲۵ء لکھی ہے اور اس کا تعلق یہود سے ہے۔ مدینہ منورہ کے شمال میں شام کی جانب قریباً ۲۰۰ میل کے فاصلے پر یہ بستی واقع ہے یہاں یہود کے کئی مستحکم قلعے تھے۔ مدینہ سے یہ لوگ نکالے گئے تو یہاں بس گئے۔ ان کے جرائم کا سلسلہ لامتناہی تھا۔ اس لئے تادیب ضروری تھی۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ واصحابہ وسلم خود اپنی قیادت میں لشکر لے کر گئے۔ کئی دن کے محاصرہ کے بعد سارے قلعے فتح ہو گئے اور مسلمانوں کو بہ کثرت مال غنیمت حاصل ہوا۔

قرآن کریم میں اشاراتی زبان میں اس غزوہ کے متعلق گفتگو ہے منافقین کی فطرت کے پیشِ نظر ان کے متعلق پیشگوئی کا سورۂ الفتح میں ذکر ہے۔

"(یہ پیچھے رہ جانے والے) منافقین عنقریب جب تم غنیمتیں لینے چلو گے تو کہیں گے کہ ہم کو بھی اجازت دو ہم تمہارے ساتھ ہو لیں۔"

اور وہ مسلمان جن کا تعلق مدینہ منورہ سے تھا ان پر اللہ تعالےٰ نے جو کرم کیا اس کا ذکر فرمایا گیا۔

"اللہ تعالےٰ نے ان لوگوں میں اطمینان پیدا کر دیا۔ اور انہیں قریب ہی ایک فتح دے دی۔ اور انہیں ایسی غنیمتیں بھی، جنہیں یہ لوگ لے رہے ہیں اور اللہ بڑا زبردست حکمت والا ہے۔" (الفتح)

قرآن عزیز کی ایک اور آیت بھی بطور پیشین گوئی اسی غزوہ سے متعلق ہے :۔

"اللہ تعالےٰ نے تم سے بہترین غنیمتوں کا وعدہ کیا ہے کہ تم انہیں لو گے سو سردست یہ فتح تمہیں دے دی ہے۔" (الفتح)

سیرت ابن ہشام میں اس کی تفصیلات موجود ہیں اور سر ولیم میور نے "لائف آف محمدؐ" میں لکھا ہے کہ اس سے قبل کسی جنگ میں مسلمانوں کو اس کثیر مقدار میں مال غنیمت نہیں ملا تھا۔

غزوہ الفتح

غزواتِ نبوی کے ضمن میں "فتح مکہ" کا ذکر بھی آنا ہے۔ بنیادی معنوں میں اسے غزوہ کہنا صحیح نہیں کہ باقاعدہ جنگ کی نوبت نہیں آئی لیکن اس کی اہمیت کا معاملہ ایسا ہے کہ گویا اب تک جو ہوا سب اسی مقصد سے۔ صلح حدیبیہ جس کا ذکر ہو چکا اس کا زمانہ فتح مکہ سے دو سال قبل کا ہے۔ یقین کے طور پر قرآن نے اسی وقت کہہ دیا تھا "اے پیغمبر! ہم نے آپ کو ایک فتح دے دی کھلی ہوئی فتح۔"

سب لوگ متفق ہیں کہ اس خوشخبری کا تعلق فتح مکہ سے ہے۔ اہل عرب اب جوق در جوق ایمان لا رہے تھے اور قبائل پر قبائل داخل اسلام ہو رہے تھے۔ قرآن مجید نے کتنے بلیغ انداز میں فرمایا۔

"جب آ گئی اللہ کی مدد اور فتح اور آپ نے لوگوں کو دیکھ لیا کہ فوج کے فوج اللہ کے دین میں داخل ہو رہے ہیں۔" (النصر)

یہ صورت تو فتح مکہ کے بعد ہوئی لیکن خود فتح کا معاملہ ایسا تھا کہ رسول امّیؐ علیہ السلام ۱۰ ہزار جانثاروں کے ساتھ مدینہ سے نکلے الگ الگ جیش تھے۔ ہر ایک کا مستقل پرچم تھا۔ خدا والے گردنیں جھکائے چلے جا رہے تھے لیکن اللہ تعالےٰ کا کرم ایسا ہوا کہ اہل کفر کے مرکز مکہ معظمہ میں نہ خون کی ندی بہی نہ قتل و مقاتلہ ہوا۔ چپ چپاتے اللہ تعالےٰ نے فتح بخش دی سورہ الفتح میں ہے :۔

"اور اللہ وہی ہے جس نے روک دئے ان کے ہاتھ تم سے اور تمہارے ہاتھ ان سے شہر مکہ میں بعد اس کے کہ تم کو اس نے اس پر فتحمند کر دیا تھا۔"

اسی موقعہ پر حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ واصحابہ وسلم نے اس عفو عام کا اظہار فرمایا جس کی مثال کائنات میں نہیں ملتی ـــ اسی موقعہ پر کعبہ بتوں سے صاف ہوا۔

غزوۂ حنین

مکہ کی فتح کے معاً بعد یہ غزوہ پیش آیا اس کا نام صراحت کے ساتھ قرآن مجید میں موجود ہے۔ حنین دراصل ایک وادی کا نام ہے جو شہر طائف سے ۳۰ـ۴۰ میل شمال مشرق میں جبل اوطاس میں واقعہ ہے۔ یہاں عرب کا مشہور قبیلہ ہوازن رہتا تھا اور تیراندازی میں اس قبیلہ کا جواب نہ تھا۔ انہوں نے مکہ کی فتح کی خبر سنی تو یہ سوچ کر کہ اب ہمارا کیا بنے گا از خود ہی جنگ کی تیاری شروع کر دی اس تیاری میں ایک دوسرا قبیلہ بنو ثقیف بھی شریک ہو گیا۔ حضور علیہ السلام کو اطلاع ملی تو آپ نے آگے بڑھ کر مقابلہ کرنا چاہا۔ حنین کے مقام پر فریقین کا اجتماع ہوا۔ ۱۰ ہزار کی تعداد تو حضور علیہ السلام کے ساتھ تھی ہی دو ہزار کی جو نو مسلم تھے شریکِ محفل ہو گئے۔ بعض حضرات نے لکھا ہے کہ ایسے بھی آدمی ان میں تھے جو اپنے سابقہ عقیدے پر قائم تھے۔ اتنی بڑی جمعیت کے پیش نظر مسلمانوں کو ذرا سا ناز ہوا تو حالات بدل گئے خدا کو یہ بات پسند نہ آئی۔ دشمن کے تیراندازوں کا مقابلہ مشکل ہو گیا۔ سب الٹے پاؤں بھاگے۔ حضور علیہ السلام اپنی سواری پر ڈٹے رہے اور فرماتے رہے :۔

انا النبی لا کذب ـ انا ابن عبد المطلب ـ

چند حضرات ساتھ رہ گئے آخر سب کو واپس بلایا گیا اور مسلمان جم کر لڑے۔ اور اللہ تعالےٰ نے امداد دی ـــ وقتی طور پر پریشانی کا جو ماحول پیدا ہوا تو اللہ تعالےٰ نے یہ جتلا دیا کہ اصل امداد اللہ تعالےٰ کی ہے۔ قوت و طاقت کسی میں کچھ نہیں رکھا ـــ قرآن پر غور کریں۔

"اور اللہ نے یقیناً بہت سے موقعوں پر تمہاری نصرت

کی ہے اور حنین کے دن بھی، جبکہ تم کو اپنی کثرت تعداد پر غرہ ہو گیا تھا تو وہ تمہارے کچھ کام نہ آئی اور تم پر زمین باوجود اپنی فراخی کے تنگی کرنے لگی۔ پھر تم پیٹھ دے کر بھاگ کھڑے ہوئے، اس کے بعد اللہ نے اپنی طرف سے اپنے رسول اور مومنین پر تسلّی نازل فرمائی اور اسی نے ایسے لشکر اتارے جنہیں تم نہ دیکھ سکے۔ اللہ نے کافروں کو عذاب میں پکڑا اور یہی بدلہ ہے کافروں کے لئے۔" (التوبہ)

یہ غزوہ شوال ۸ھ مطابق جنوری ۶۳۰ء میں پیش آیا اور اس میں مسلمانوں کو بے پناہ مال غنیمت اللہ تعالےٰ نے عطا فرمایا۔

غزوۂ تبوک

حیات مبارکہ کا بالکل آخری غزوہ تبوک ہے اور اس کی خصوصیت یہ ہے کہ اس کا تعلق نہ قبائل عرب سے تھا نہ یہود سے بلکہ اس کا تعلق آل غسّان سے تھا جو اس وقت کی ایک سپر حکومت روم کی ریاست تھی۔ مسلمانوں کو اطلاع تھی کہ رومی بادشاہ کے حکم سے ۴۰ ہزار کا لشکر بڑھ رہا ہے آپؐ نے تیاری کرکے خود پیش قدمی فرمائی۔ لشکر اسلام کی تعداد ۳۰ ہزار تھی۔ تبوک اس کیمپ تھا جو مدینہ سے شام کی طرف ۱۴ منزل پر تھا۔ اتفاق کی بات یہ ہے کہ اس سال گرمی سخت تھی۔ فصل کا زمانہ، مقابلہ متمدن اور باقاعدہ فوج سے۔ اور بے سر و سامانی کا یہ عالم کہ کئی کئی سوار ایک اونٹ میں شریک تھے اور فی یوم ایک کھجور پر قناعت تھی۔ ایسے حالات میں اچھے اچھے جی ہار جاتے ہیں لیکن صحابہ پر قربان' چندہ کی باری آئی تو جناب صدیقؓ نے سارا اثاثہ، جناب فاروقؓ نے نصف اثاثہ اور جناب عثمانؓ نے ۹ سو اونٹ ۵۰ گھوڑے اور ایک ہزار نقد اشرفے پیش کر دی (رضی اللہ عنہم) اور بھی سب نے خدمت کی۔ رہ گئے منافقین تو قرآن کہتا ہے:-

"یہ بولے گرمی میں نہ نکلو
آپ کہہ دیجئے دوزخ کی
آگ اس سے سخت ہے
اے کاش یہ سمجھ لیتے"
(التوبہ)

بعض نے یہ عذر کر دیا کہ ہم رومیوں کی سرزمین پر جا کر انہی کے فتنوں کا شکار ہو جائیں گے اللہ تعالےٰ نے یہ عذر نقل کر کے اس پر شدید نکتہ چینی کی ارشاد ہے:

"ان میں بعض وہ ہیں جو
کہتے ہیں مجھے اجازت دے
دیں اور فتنہ میں نہ ڈالیں۔
ارے یہ تو خود ہی فتنہ میں
پڑ چکے (یعنی جنگ سے
جی چرا کر)" (التوبہ)

ان تمام واقعات کے باوجود ۳۰ ہزار بلانوشانِ محبت ساتھ نکلے دو ماہ تبوک میں قیام رہا لیکن دشمن سامنے نہ آیا بعض مخلص حضرات بوجوہ نہ چل سکے ان پر سخت عتاب ہوا لیکن بعد میں سب کو معافی مل گئی۔ ارشاد ہے:-

"اللہ نے پیغمبر کے حال پر
توجہ فرمائی اور مہاجرین و
انصار کے حال پر بھی —
جنہوں نے تنگی کے وقت
پیمبرؐ کا ساتھ دیا۔
اس کے بعد کہ ایک گروہ
ان میں سے متزلزل ہو چلا تھا پھر
اللہ نے ان کے حال پر بھی توجہ
فرمائی اور بلاشبہ وہ بڑا شفیق اور
مہربان ہے۔" (التوبہ)

تین حضرات کی توبہ کا قصّہ بطور خاص اس غزوہ سے متعلق ہے جنہیں ۵۰ دن سوشل بائیکاٹ سے دو چار ہونا پڑا اسی سورۃ میں اختصار سے اور حدیث میں تفصیل سے ان کا ذکر ہے — بہرحال اللہ تعالےٰ نے اہل اسلام کو کامیابی بخشی۔ سب مخلصین کو پروانہ رضا و خوشنودی ملا۔ اور یوں سیرت رسولؐ کا یہ باب مکمل ہو گیا۔ اللھم صل علیٰ محمد و علیٰ آل محمد۔

ان سب غزوات میں

(باقی ۱۱ پر)

تاریخ تصوف

ایک تحقیقی اور عرفانی کتاب

— ایڈیٹر کے قلم سے

محکمہ اوقاف مرحوم ایوب خان کے زمانہ میں قائم ہؤا اور اب تک قائم ہے۔ اپنی ربع صدی کی زندگی میں محکمہ اوقاف نے کیا کیا؟ اس پر تبصرہ کرنا نہ مقصود ہے نہ اس کی ضرورت، فی الوقت ایک مسئلہ پر چند سطور لکھنا مقصود ہیں جس کا آج کل اخبارات میں بڑا چرچا ہے اور اس چرچے کا سبب وہ پیشہ ور بیان باز ہیں جو اخبار میں چھپے بغیر زندہ نہیں رہ سکتے۔

محکمہ نے اسلامیات و تصوف کی بنیادی کتابوں کی اشاعت کا اہتمام کیا اور اب تک وہ متعدد قیمتی اور اہم ترین کتابیں شائع کر چکا ہے۔ مصر کے مشہور عالم علامہ عبدالرحمٰن مرحوم کی زندہ جاوید کتاب "کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ" کا اردو ترجمہ کرا کے بڑے اہتمام سے شائع کیا۔ امام غزالیؒ قدس سرہ کی بعض کتابیں "مجلۃ الاحکام العدلیہ" جیسی مصدقہ کتاب کو چھاپا۔ حضرت الشیخ سید علی ہجویری اور حضرت الشیخ بہاءالدین زکریا ملتانی قدس سرھما جیسے اکابر کی سیرت پر کتابیں شائع کیں اور اب بھی مختلف اہم ترین عنوانات پر کام ہو رہا ہے —— خدا لگتی یہ ہے کہ محکمہ کے اس اقدام کو نہ سراہنا زیادتی ہے بلکہ ہماری خواہش تو یہ ہے کہ محکمہ بعض بے مقصد مصارف پر جو اتنا سرمایہ خرچ کرتا ہے وہ اچھے ستھرے اور سنجیدہ لٹریچر پر خرچ کرے تاکہ اللہ کی مخلوق زیادہ سے زیادہ فائدہ حاصل کر سکے —— ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ محکمہ کو اس قسم کی توفیق دے۔

بہرحال اس وقت عرض کرنا مقصود یہ ہے کہ محکمہ نے ایک ایک کتاب بنام "تاریخ تصوف" چھاپی۔ جس کے مصنف مشہور اہل علم و قلم پروفیسر یوسف سلیم چشتی ہیں جو پاکستان کے اہل علم میں سب سے زیادہ عمر والے اور متعدد زبانوں کے جاننے والے ہیں۔ اس اللہ کے بندے نے یہ کتاب لکھ کر اتنا بڑا احسان کیا کہ باید و شاید؛ مجھے تو کتاب پڑھ کر ایسا محسوس ہؤا کہ پروفیسر صاحب صوفیاء کے بغیر کسی کو در خور اعتناء نہیں سمجھتے۔ لیکن ہمیں افسوس اس وقت ہؤا جب ایک طبقہ نے ۶ سال پہلے چھپی ہوئی اس کتاب کے خلاف (جو اب مارکیٹ میں ناپید ہے) یہ ہنگامہ شروع کر دیا کہ اس کتاب کو ضبط کیا جائے کیونکہ اس میں بزرگانِ دین کی توہین کی گئی ہے۔ ان شرفاء ملت سے کوئی پوچھے کہ توہین کہاں کی گئی ہے؟ اس کا جواب غالباً ان سے بن نہ پڑیگا؟ اور پھر یہ سوال کریں کہ ۶ سال بعد جب کہ وہ کتاب مارکیٹ میں ناپید بھی ہو گئی آپ کو یہ توہین نظر آئی؟

اس کے ساتھ ہی یہ بات ریکارڈ پر لانا ضروری ہے کہ اس مسودہ پر مختلف مکاتب فکر کے علماء کے ایک بورڈ نے غور کیا اور پھر باقاعدہ فیصلہ کے تحت مولانا محمد بخش مسلم نے اس پر "دینی نقطۂ نظر" سے نظرثانی کی، اپنے قلم سے کانٹ چھانٹ کی اور پھر وہ مسودہ اشاعت پذیر ہؤا۔ مولانا محمد بخش مسلم اسی مکتب فکر کے بزرگ رہنما ہیں جو کتاب کی ضبطی کا مطالبہ کر رہا ہے۔ وہ بحمدہ بقید حیات ہیں۔

ان سے ہی معلوم کیا جا سکتا ہے کہ اصل مسئلہ اور معاملہ کیا ہے؟

ان چند اشاروں کے ساتھ ساتھ ہم اصل کتاب کے صفحات ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲ کا ایک طویل اقتباس پیش کر رہے ہیں جس سے اندازہ ہو سکے گا کہ مصنف کے نزدیک صوفیا کا کیا مقام ہے؟ ان سطور کو پڑھیں اور پھر سوچیں کہ اصل ماجرا کیا ہے؟

صوفیائے کرام کے کارنامے

آئندہ اوراق میں صوفیائے کرامؒ کے کارناموں کی تفصیل درج کی جائیگی اس لئے اس جگہ اختصار سے کام لے کر چند اشارات پر اکتفا کرتا ہوں:-

۱۔ اسلام کی جو پاکیزہ تعلیمات کتابوں میں درج ہیں اور مدارس میں پڑھائی جاتی ہیں، صوفیہ نے اپنی خانقاہوں میں ان پر عمل کرکے دنیا کو دکھایا۔

۲۔ صوفیہ نے ہر زمانے میں اسلام کے اخلاقی اور روحانی نظام کو زندہ رکھا۔

۳۔ صوفیاء سے بڑھ کر تبلیغ اور تعمیر سیرت کا فریضہ کسی جماعت نے انجام نہیں دیا۔

۴۔ صوفیہ نے بادشاہوں کے سامنے علی الاعلان کلمۂ حق کہا۔

۵۔ جب مسلمانوں میں عقلیت کا مذاق پیدا ہوا اور انہوں نے قرآن کو اپنی عقل کے تابع بنانا شروع کیا تو صوفیوں نے محبت الٰہی کا درس دے کر عقلیت کے مضر نتائج کا ازالہ کیا۔

۶۔ جب فقہاء نے دین کے ظواہر پر زور دیا تو صوفیہ نے باطنی اصلاح اور قلبی طہارت کا درس دے کر قوم کو اعتدال کی راہ دکھائی۔

۷۔ صوفیہ نے ہر دور میں غیر اسلامی عقائد، شرک اور بدعت کی تردید کی۔

۸۔ سرمایہ داری کے مقابلہ میں انفاق فی سبیل اللہ کی اہمیت واضح کی۔

۹۔ بادشاہوں کو دینداری کی تلقین کی۔

۱۰۔ جب معتزلہ، فقہاء اور متکلمین منطقی بحثوں میں الجھے ہوئے تھے اور امت کو فرقوں میں منقسم کر رہے تھے، اس وقت صوفیوں نے مسلمانوں کو توحید اور یک نگاہی کا درس دیا۔

۱۱۔ جب فقہاء مسلمانوں کو آپس میں لڑا رہے تھے، اس نازک دور میں صوفیوں نے اُن کو محبت اور ہمدردی کا درس دیا۔

۱۲۔ فقہاء اور متکلمین نے مسلمانوں کو کافر بنایا۔ مگر صوفیائے کرامؒ نے اپنی پاکیزہ زندگی کے ذریعے سے کافروں کو مسلمان بنایا۔

۱۳۔ فقہاء اور متکلمین اور معتزلہ نے مختلف مذہبی گروہ بنا کر مسلمانوں کے شیرازۂ ملّی کو منتشر کر دیا۔ مگر صوفیہ نے سب مسلمانوں کو جام وحدت پلایا۔

۱۴۔ علماء اور فقہاء بادشاہوں کا قرب حاصل کرتے رہے مگر صوفیہ دربار شاہی سے الگ تھلگ رہ کر ملوکیت کے مفاسد بیان کرتے رہے۔

۱۵۔ جب علماء بادشاہوں کو خوش کرنے کے لئے تاویلات میں مشغول تھے اس وقت صوفیا بادشاہوں کو خوفِ خدا کا درس دیتے رہے۔

۱۶۔ معتزلہ، متکلمین اور حکماء نے اپنا وقت ذات و صفاتِ باری کی بحثوں میں ضائع کیا۔ صوفیہ نے کہا کہ خدا کے باب میں بحث فضول ہے، خدا منطق کے ذریعے سے نہیں مل سکتا۔ آئینہ قلب کو صاف کرو تاکہ اس کا دیدار ہو سکے

۱۷۔ علما نے دینی کتابیں لکھیں۔ صوفیہ نے وہ آدمی تیار کئے جنہوں نے ان کتابوں

کے احکام پر عمل کرکے انقلاب برپا کر دیا۔

۱۸۔ علماء (متکلمین، معتزلہ، حکماء) نے صرف دماغ کی آبیاری کی، صوفیہ نے دماغ کے ساتھ ساتھ دل کی تربیت اور اصلاح کا فریضہ بھی انجام دیا۔ اور یہ بات محتاج بیان نہیں ہے کہ اسلام میں اصلی چیز دل ہے نہ کہ دماغ۔ اگر دل فاسد ہو جائے تو دماغ کا فاسد ہو جانا یقینی ہے۔ چنانچہ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ و اصحابہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ "آگاہ ہو جاؤ انسان کے جسم میں ایک عضو ہے، اگر وہ فاسد ہو جائے تو سارا جسم (انسان) فاسد ہو جائے گا اور اگر وہ صالح ہو جائے تو سارا جسم صالح ہو جائے گا اور وہ عضو قلب ہے۔"

۱۹۔ علماء نے مسلمانوں میں گروہ بندی پیدا کی۔ صوفیہ نے انسانوں کو "الخلق عیال اللہ" کا درس دیا۔

۲۰۔ علماء نے دلیلوں سے اسلام کی حقانیت کو واضح کیا صوفیہ نے مشاہدۂ باطنی کے ذریعہ سے اسلام کی صداقت واضح کی۔

لوگوں نے امام احمد بن حنبلؒ سے پوچھا کہ بشر حافیؒ تو عالم دین نہیں ہیں پھر آپ ان کے پاس کیوں جاتے ہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ میں کتاب اللہ سے آگاہ ہوں مگر بشر حافیؒ اللہ سے واقف ہیں اس لئے ان کا مرتبہ میرے مرتبے سے بدرجہا بہتر اور زیادہ بڑھا ہوا ہے۔"

اس اقتباس کے بعد کیا اس بات میں کوئی وزن رہ جاتا ہے کہ اس میں اولیاء کرام کی تنقیص کی گئی ہے؟

اگر یہ بات غلط اور سو فیصد غلط ہے تو پھر اگلا سوال یہ ہے کہ یہ ہنگامہ کیوں؟ اس سوال کا جواب تلاش کرنے کی ضرورت ہے تاکہ جو ہنگامہ بپا ہے اس کا سدِ باب ہو سکے۔

ہمارا ذاتی خیال ہے (واللہ اعلم) کہ محکمہ کے بعض ایسے افراد جن کے معاشی مفادات فرقہ وارانہ جھگڑوں سے وابستہ ہیں وہ اس ڈرامہ کے پس پردہ ڈوری ہلا رہے ہیں ان کو بے نقاب کرنا ازبس ضروری ہے ورنہ جہاں جھگڑے جنم لیں گے وہاں تحقیق و ریسرچ کا کام بُری طرح متاثر ہوگا۔

بقیہ : مجلسِ ذکر

ذکر ہے جسے قرآن میں جگہ جگہ ذکر کے عنوان سے یاد کیا گیا۔ یہ اتنی بابرکت کتاب ہے کہ بغیر سمجھے اس کو پڑھا جائے تو بھی اجر و ثواب نصیب ہوتا ہے۔ صحابہ کرامؓ مجاہد بھی تھے ذاکر بھی، اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والے بھی۔ اب ذکر، جہاد اور انفاق فی سبیل اللہ سبھی معاملات میں مسلمان ڈھیلے ہیں۔ اس ڈھیلے پن کو جب تک دور نہیں کیا جائے گا موجودہ پریشانیاں دور نہ ہوں گی۔

آئیں عہد فرمائیں کہ ہم اپنی کمزوریاں دور کریں گے اور اللہ سے معافی مانگ کر اپنی اصلاح کی فکر کریں گے —— اللہ تعالیٰ توفیق

بقیہ : خطبہ جمعہ

مسلمانوں کے اعتماد علی اللہ، ایثار و قربانی اور دین پر فدا ہونے کے جذبات کا اندازہ ہوتا ہے، یہی اصل سرمایہ تھا۔ جس کی اب بھی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسی توفیق دے دے۔ تو سبحان اللہ۔

بقیہ : امن عالم

کو دے۔ کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ ترقی یافتہ اور روشن خیال آج کی دنیا آج تک اِن سے زیادہ منصفانہ قوانین نہیں بنا سکی ہے۔

عالمی امن کی اساس مذہب اسلام کی تعلیمات ہی ہیں۔ اور یہی عالم انسانی میں مضبوط۔ محکم و پائیدار و دائمی امن کے قیام کی ضمانت ہیں۔ کیونکہ اس طرح ہر انسان اللہ کو خالق اور حاکم اعلیٰ تسلیم کرتا ہے اس کی عبادت کو منتہائے مقصود بناتا ہے۔ اور اللہ کے احکام کی تعمیل میں ہی یہ دنیا صلح و امن محبت و راحت کا گہوارہ بن سکتی ہے۔

اُمّت کا انحطاط اور اس کا علاج

از : مولانا ابرالحق صاحب (خلیفہ حضرت تھانویؒ)

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم
نحمدہٗ و نصلّی علیٰ رسولہٖ الکریم، امّا بعد!

ہماری زبوں حالی کے اہم وجوہ و اسباب میں سے دو کو اس وقت عرض کیا جاتا ہے :

۱ : عموماً مساجد کا انتظام صحیح نہ ہونا

۲ : اکثر مدارس کا نظام مناسب نہ ہونا۔

مساجد کے سلسلہ میں چند باتیں معروض ہیں۔

۱ : اذان و اقامت کا صحیح نہ ہونا، بالخصوص اللہ اکبر، الصلوٰۃ خیر من النوم میں الف میں مد کا پیدا کرنا مدِ لام کو حد سے زیادہ طویل کرنا۔

۲ : اذان و اقامت کو معمولی اور حقیر خدمت سمجھنا۔

۳ : آئمہ مساجد کا مسنون طریقہ پر نماز ادا نہ کرنا۔

۴ : قرأت قرآنِ پاک کا صحیح نہ ہونا۔

۵ : قرأت کی سُنّت کی رعایت نہ کرنا۔

۶ : فجر کی نماز میں وقتِ مسنونہ کی پابندی نہ کرنا۔

۷ : مبتلاء فسق و فجور کا مؤذن و امام بنایا جانا۔

۸ : غیر مسافر و معتکف کو مسجد میں سونے دینا۔

۹ : تزئین مساجد میں ناجائز امور سے بھی نہ بچنا۔ مثلاً بدبودار تیل جلانا، یا بدبودار رنگ کا پینٹ کرنا۔

۱۰ : مسجد کے آداب و احکام کا اہتمام نہ کرنا۔

ان کوتاہیوں کے حل کے سلسلہ میں چند امور معروض ہیں

۱ : اُمّتِ مسلمہ کو اہمیّت وعظمت خدمتِ مسجد و اذان سے آگاہ کرنا۔

۲ : خدّام مسجد، مؤذنین و آئمہ کے لیے معقول مشاہرہ مقرر کرنا کہ اچھی طرح گزر کر سکے۔

۳ : تقرر خدّام و مؤذنین و آئمہ میں نصاب معینہ کی تکمیل کو معیار رکھنا۔ (نصاب آگے مسطور ہے)

۴ : تقرر کے وقت جانچ تکمیل نصاب مذکور کیا جانا۔ اگر سند تکمیل نصاب نہ ہو تو نواقض وضو، واجبات غسل و فرائض غسل اور مسائل ضروریہ دریافت کرنا۔

۵ : جانچ میں اذان و اقامت متفرق اوقات میں کہلوانا، نماز پڑھوانا تصحیح اذان کے متعلق جس کوتاہی کا اوپر ذکر ہوا اس کی خصوصی دیکھ بھال کرنا۔

۶ : تقرر اولاً عارضی ہونا، پھر استقلال ہونا۔

۷ : کورس کی کمی پر بشرطیکہ اذان و اقامت صحیح کہہ سکتے ہوں تقرر کیا جا سکتا ہے۔ بعد میں معینہ کورس کی تکمیل کرنا۔ ایک ماہ میں اور اس کے بعد مستقل کرنا۔

۸ : مساجد میں کسی نہ کسی وقت کتاب دینی سنانے کا سلسلہ ہونا، خواہ پانچ منٹ ہی ہو۔ بالخصوص آداب و احکام مسجد بتلانا۔ (آخرالذکر کے لیے "زینۃ المساجد فی آداب المساجد" مصنفہ مولانا محمد شفیع صاحب مناسب ہے۔)

۹ : اوقاتِ خمسہ میں نمازوں کے بعد دس تا تیس منٹ تصحیح قرآن شریف کا سلسلہ رہنا بذریعہ امام مسجد ضرورت پر اضافہ وقت کیا جاسکتا ہے

۱۰ : امام کی نگرانی میں محلہ میں گشت تبلیغی بھی ہونا۔

۱۱ : گاہ بگاہ گھروں پر مستورات کو دینی باتوں کے سنانے کا نظام قائم کرنا بذریعہ امام مسجد ورنہ کسی مناسب شخص کے ذریعہ۔

دوسری بات

یعنی نظام مدارس دینیہ کے بارے میں معروض ہے کہ اکثر مدارس میں تربیت و تصحیح تجوید کلام پاک کی طرف خصوصی توجہ نہیں ہے۔ جس کی وجہ سے مندرجہ ذیل کوتاہیاں طلبہ اور جدید فارغ شدہ حضرات میں پائی جاتی ہیں۔

۱ : تصحیح قرآن پاک نہ ہونا، بالخصوص روزمرہ کی تلاوت اور تراویح قواعد کے مطابق نہ پڑھنا۔ اس وجہ سے تراویح میں صحیح سنانا نادر ہو گیا ہے۔

۲ : نماز باجماعت مسجد کا اہتمام نہ ہونا۔

۳ : تعدیل ارکان کے ساتھ نماز نہ پڑھنا۔

۴ : اسباق کی ایسی پابندی نہ کرنا کہ ناغہ نہ ہو۔

۵ : قرآن پاک کی عظمت مطلوبہ کا نہ ہونا۔

۶ : تلاوت کلام پاک نہ کرنا۔

۷ : غیبت و بدگمانی سے نہ بچنا۔

۸ : غُصّہ کے وقت اور کسب مال میں حدود پر نہ رہنا۔

۹ : اساتذہ و منتظمین کا احترام نہ کرنا [illegible] کو اپنا محسن نہ سمجھنا۔

۱۰ : اخلاق رذیلہ کی اصلاح و فکر نہ ہونا۔ اور اخلاق حمیدہ کی تحصیل کا اہتمام نہ ہونا۔ اس سلسلہ میں چند معروضات برائے منتظمین کرام و اساتذہ عظام اور اصلاحات کا جذبہ رکھنے والے دردمندان انسانیت حضرات کی خدمت میں پیش ہیں۔

گزارشات برائے منتظمین حضرات کرام

۱ : عظمتِ طلبہ بالخصوص طلباء قرآن پاک کا زیادہ اہتمام کرنا۔

۲ : ان کے مہمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم ہونے، نیز مجاہد فی سبیل اللہ ہونے کا استحضار رکھ کر معاملات کرنا۔

۳ : دوسرے معاونین و ارکان بالخصوص اساتذہ سے حسنِ ظن رکھنا۔

۴ : مشورہ مناسب کے بعد بے فکر ہونا، اس پر عمل ہونے نہ ہونے کی فکر نہ کرنا۔

۵ : فیصلہ اگر مشورہ کے خلاف ہو تو بھی تعاون کرنا۔

۶ : ایسے اقوال و افعال سے احتیاط رکھنا جس سے طلبہ و اساتذہ کی بے وقعتی یا بے عزّتی یا شکایت عوام کے سامنے آئے۔

۷ : طلبہ کو مریض، اساتذہ کو معالج اور خود کو تیمار دار سمجھ کر معاملہ کرنا یا سمجھنا۔

۸ : طلبہ کی صحت جسمانی کے لیے مناسب ورزش کا انتظام کرنا۔

۹ : ان کے علمی و عملی امتیاز (مثلاً اوسط سے اوپر نمبر لانے اور اہتمام تکبیر اولیٰ، تعدیل ارکان، نماز باجماعت) پر انعامات تجویز کرنا۔

۱۰ : امتحان و جانچ باہر کے ماہر تجربہ کار استاد سے کرانا۔ گو صرف کتنا ہی ہو۔ اس سے عمدگی تعلیم میں مدد ملے گی۔

۱۱ : شکایات طلبہ و اساتذہ عمومی پر کوئی اثر نہ لینا۔ البتہ شکایات خصوصی پر فریق متعلقہ سے دریافت وانکشافِ حقیقت کے بعد فیصلہ کرنا۔

۱۲ : بیمار طلبہ کی خاطر، دیکھ بھال و دل جوئی اور راحت رسانی کا اہتمام کرنا۔ جس میں ضروری علاج معالجہ بھی شامل ہے۔

۱۳ : حفّاظ کے لیے وظیفہ میں گنجائش رکھنا۔

۱۴ : تکمیلِ حفظ پر انعام خصوصی مقرّر کرنا۔

۱۵ : صفائی ستھرائی مدرسہ و دارالاقامہ کا اہتمام کرنا۔

۱۶ : صفائی ستھرائی کے سلسلہ میں اکثر بلا اطلاع معائنہ کرنا۔

۱۷ : جن اساتذہ میں صحت مطلوبہ کی کمی ہو۔ یعنی قرآن مجید یا تجوید پڑھنے کی، ادارہ کے مصارف پر پورا کرنا۔

۱۸ : اساتذہ کے ذمّے سبق طلباً کا اہتمام سے سُننا۔

۱۹ : ادعیہ اوقات متفرقہ کی نگرانی کا نظم قائم کرنا۔

۲۰ : نماز سنّت کے موافق پڑھانے کا علاج تجویز کرنا۔ کسی نگران کی نگرانی میں۔

۲۱ : زیادہ بہتر یہ ہے کہ اساتذہ کو نگرانی کے لیے مقرّر کرنا۔

۲۲ : وظیفہ بنگرانی متفرق خدمات الگ سے تجویز کرنا۔

۲۳ : جسم مدرسہ کی تعمیر و تزئین کے مقابلہ میں عمدگی تعلیم کو ترجیح دینا۔ جسم مدرسہ میں اولاً صرف ضروری باتوں

کو مقدّم رکھا جاوے۔ پھر عمدگی تعلیم کے بعد مناسب تزئین کی طرف توجّہ فرمائی جاوے۔

۲۴ : کسی کی فہمائش (خواہ وہ طالب ہی کیوں نہ ہو) پر غلطی و کوتاہی ظاہر ہونے پر اس کا ممنون ہونا اور اس غلطی و کوتاہی کی تلافی کرنا۔ اگر کسی کا حق فوت ہوا ہو تو اس سے معذرت کرنا وغیرہ۔

۲۵ : معلّمین قاعدہ و ناظرہ و حفظ کا مشاہرہ معقول مقرّر کرنا۔ خواہ علمارکرام سے زیادہ ہو جائے۔

۲۶ : ایسے اساتذہ کو معلّمین مقرّر کرنا جو نصاب مدرسین کی تکمیل کئے ہوئے ہوں۔

۲۷ : تقرّر کے وقت نصاب مدرسین کے موافق جانچ کرانا۔ اگرچہ سند تکمیل نصاب مدرسین بھی موجود ہو۔ (بعض اوقات صلاحیت حاصل شدہ بےفکری سے کم ہو جاتی ہے۔

۲۸ : بروقت داخلہ طلبار قرآن پاک میں امتحان کرانا۔

۲۹ : تصیح مطلوب کی کمی پر تصیح قرآن مجید کے لیے وقت مقرّر کرنا۔

۳۰ : اجتماع طلبہ، جلسہ اور وعظ میں تدویراً و حدراً طلبہ سے قرآن شریف پڑھوانا۔

۳۱ : قواعدِ تجوید کے موافق سنانے پر انعام کا دیا جانا۔

۳۲ : تصیح قرآن شریف کی ناکامی پر وظیفہ کا بند کرنا اور درجہ کی ترقی سے محروم کرنا۔

۳۳ : حسب ضرورت اساتذہ کو "اشرف التفہیم" یا "رحمۃ المتعلمین" کے مطالعہ کی تاکید کرنا اور تکمیل نصاب کرانا۔

مشورے و معروضات
برائے اساتذہ عظام

۱ : تعلیمی خدمات کو اپنا فرضِ منصبی خیال کرنا اور وظیفہ کو انعامِ خداوندی سمجھنا۔

۲ : انتظامِ وظیفہ و انتظامِ تعلیم کرنے والوں کو اپنا محسن سمجھنا اور ان کے لیے دُعاءِ خیر کرتے رہنا۔ نیز عامۃ المسلمین کے لیے بھی دُعا کا اہتمام کرنا۔

۳ : طلبا۔ کو بھی اپنا محسن خیال کرنا کہ ان کی وجہ سے علمی اور عملی ترقی کا موقعہ ملتا ہے۔ نیز ان کو اللہ تعالیٰ نے سببِ روزی بنایا ہے۔ کہ خدمتِ دین کے ساتھ روزی کا نظم بھی ہے۔ ہم خرما و ہم ثواب کا سلسلہ بھی ہے۔

۴ : طلبہ کی عظمت بوجہ مجاہد فی سبیل اللہ و ضیفِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم ہونے کے کرنا۔

۵ : مثل اولاد کے طلبار سے شفقت و محبّت کا معاملہ کرنا۔

۶ : ایسے معاملات سے احتیاط فرمانا کہ طلبار یا منتظمین یا معاونین کی تحقیر ظاہر ہو یا عامۃ المسلمین کے سامنے شکایت یا بے وقعتی ہو۔

۷ : غصہ کی حالت میں تادیب سے احتیاط کرنا۔ اور بشرطِ ضرورت تادیب حدود کے اندر کرنا۔

۹ : نماز با جماعت بلکہ تکبیر اولیٰ، تعدیلِ ارکان، ادعیہ ماثورہ اور اوقات مقررہ کی پابندی کی تلقین فرماتے رہنا۔ گاہ بگاہ نگرانی ازخود کرنا۔ (یہ حق اسلام بھی ہے)۔

۱۰ : طلبار کی غلطی و بےادبی پر اوّلاً فہمائش پھر تادیب حسب مصالح و موقعہ کرنا۔

۱۱ : امارد کو خلوت میں آنے سے روکنا۔

۱۲ : بڑے طلبار سے خدمت بعد اجازت منتظم لینا۔ امارد سے سخت احتیاط اس بارے میں رکھی جائے۔

۱۳ : طلبار کی عیادت اور ضروری اعانت کا خاص خیال رکھنا۔

۱۴ : ناغہ سبق کے معذرات گاہ بگاہ بیان کرنا۔

۱۵ : مطالعہ کی تاکید فرمانا۔ اسی طرح تاکید مطالعہ سبق کی بھی۔

۱۶ : قرآن شریف میں ہر ایک سبق خود سُننا۔ دیگر جماعتوں میں باری باری سبق پڑھنا۔ یا ایک دن میں کئی طلبار سے۔

۱۷ : طالب علم کے سبق کا مدار اپنی تجویز پر رکھنا کہ آج کون پہلے سناوے تاکہ سب تیاری کر کے لاویں۔

۱۸ : طلبار کی شرارت اور بےادبی پر صبر و تحمّل کا اہتمام چاہیئے اور اس وقت کفّار کے حالات کو سامنے رکھ کر اسوۂ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کو سوچا جاوے بعد شفاءِ غیظ مناسب طریقہ اصلاح کا تجویز کیا جاوے۔

۱۹ : کسی کے توجہ دلانے پر اپنی غلطی علمی یا عملی ظاہر ہو تو اس کا ممنون ہونا چاہیئے۔

۲۰ : ظہور غلطی پر اس غلطی کی تلافی کی فکر کرنا چاہیئے۔ اس سے عظمت بڑھتی ہے۔

۲۱ : تعلیم متعلم یا رحمۃ المتعلمین یا اشرف التفہیم کا مطالعہ میں رکھنا۔

تجویزات بسلسلہ اصلاح
مساجد و مدارس نیز معروضات
برائے حضرات دردمندان
ملّتِ اسلامیہ

۱ : ایسے مراکز قائم کیے جانا جہاں نصب خدام مسجد و مدارس کا نظم ہو اس کے لیے حدود کے اندر مساعی شعبہ مالیات کے لیے کیا جانا۔

۲ : بشرط ضرورت نصاب کی تکمیل کرنے والوں کو بقدرِ خوراک وظیفہ دیا جانا۔

۳ : مزید ضرورت پر مزید وظیفہ کا بھی تجویز کیا جانا۔ اس کے لیے معروضات ذیل بطور طریقِ کار کی جاتی ہیں :

۱ : اہلِ اصلاح کے اجتماعاتِ خصوصی و عمومی کے موقع پر اہمیت انتظام صیح مدارس و مساجد کو واضح کرنا اور ان کو ملی معاونت کی ترغیب دینا۔

۲ : اہلِ خیر حضرات کو اجتماعاً انفراداً اس طرف متوجّہ کرنا۔

۳ : بدعملی اور اخلاق رذیلہ کے مضرات اور اخلاقِ حمیدہ کی ضرورت و اہمیت سے وقتاً فوقتاً لوگوں کو آگاہ کرتے رہنا۔

۴ : اصلاحی جذبہ رکھنے والے حضرات سے تعاون کی گزارش نہ کرنا

۵ : منتظمین مساجد و مدارس کو ان امور کی طرف توجّہ دلانا حسبِ ضرورت۔

۶ : اکابر سے وقتاً فوقتاً دعا کی درخواست کرنا۔

۷ : اشتہارات و رسائل و اخبارات مناسبہ کے ذریعے مراکز کی تعین کی اطلاع کرنا۔

۸ : اُمّت مسلمہ بالخصوص طلبہ کو عظمتِ قرآنِ پاک سے اور احترام و احکامِ مساجد سے گاہ بگاہ آگاہ کرنا۔

۹ : طلبار دین بالخصوص قرآن کریم کے ساتھ احترام و عظمت کا معاملہ کرنا۔

۱۰ : اساتذہ و منتظمین کی عظمت اپنے اور دوسروں کے قلوب میں بٹھانا۔

نصابات برائے
آئمہ، مؤذنین و خدّام مساجد

ا : نصاب آئمہ :

۱ : نصاب مؤذنین کی تکمیل کرانا۔

۲ : قرآن مجید کی منزل ختم کا یاد ہونا۔ یا کم از کم اکثر سورت قصار و اوسط و طوال مفصّل یاد ہونا۔

۳ : اہلِ علم ہونا ورنہ کتب مسائل و فضائل سُنانے کی لیاقت ہونا۔

۴ : نمازِ جنازہ، صلوٰۃ التسبیح، صلوٰۃ استخارہ، نماز جمعہ و عیدین کی مشق کرانا۔ خطبہ نکاح و جمعہ یاد ہونا۔ طریقِ نکاح سے واقف ہونا۔

۵ : قرآن پاک تدویراً صیح پڑھنا، حافظ ہونے پر حدراً صیح پڑھنا۔

۶ : احکام و آداب تبلیغ سے واقف ہونا۔

۷ : اکابر میں سے کسی سے اصلاحی تعلّق ہونا۔

ب : نصاب مؤذنین

۱ : تصیح حروف و حروف مدّولین کی معرفت و مشق بالخصوص اللہ اکبر، الصلوٰۃ خیر من النوم، کہنے پر لام کے مد کو حدِ طبعی سے طویل کرنے سے بچنا۔

۲ : مسائل اذان و اقامت کا محفوظ کرنا۔

۳ : نماز کی مسنون صورتیں یاد کرنا۔

۴ : نواقضِ وضو، واجبات وضو و غسل و فرائض غُسل کا یاد ہونا۔

۵ : مسنون طریقہ نماز سے واقف ہونا۔

۶ : مسائل سہو و مفسدات نماز و صلوٰۃ سے واقف ہونا۔

۷ : موجبات فسق سے احتیاط کرنا۔

۸ : اکابر میں سے کسی سے تعلق ہونا۔

۹ : تدویراً کسی سے صیح قرآن مجید پڑھنا۔ حافظ ہونے پر حدراً بھی صیح پڑھنا۔

۱۰ : لحن جلی سے بچنا، یہ اس لیے ہے کہ امام کی قائم مقامی کر سکیں۔

۱۱ : مسائل غسل میت، تجہیز و تکفین سے واقف ہونا۔

ج : نصاب خدام

۱ : تصیح اذان و اقامت کہ قائم مقامی مؤذن کر سکیں۔

۲ : خدامِ مسجد کی عظمت دل میں ہونا۔ اور ان کے ادا کرنے کا تحمّل ہونا۔

صدیقِ اکبرؓ

ہر ایک وصفِ ندیمِ نبی حمیدہ ہے
مری زباں پہ ابوبکرؓ کا قصیدہ ہے

وہ جس کے واسطے آیا ہے اذھما فی الغارِ
خدا بھی کہتا ہے جس کو رسولِ پاک کا یار

وہ جس نے گھر کو لٹایا ہے دین کی خاطر
وہ جس کے صدق و صفا سے نہیں کوئی بڑھکر

جو تھا گروہِ صحابہ میں سربلند ایسا!
کہ جیسے جھنڈ کے پیڑوں میں ایک پیڑ اونچا

وفا شعاری و ایثار جس کی عادت تھی،
رسولِ پاکؐ سے جس کو بڑی محبّت تھی

نبیؐ ہے چاند تو اس چاند کا ہے ہالہ وہ
نبیؐ کے بعد اُمّت میں سب سے بالا وہ

نہ لڑکھڑائے قدم جس کے سخت لمحوں میں
جو مُسکراتا رہا دشمنوں کے نرغوں میں

خلوص و مہر و مروت کی جو نشانی ہے
جو اہلِ دِل کے لیے پیار کی کہانی ہے

اسی عظیم بشر کو سلام کرتا ہُوں
اسی عظیم بشر کو سلام کرتا ہُوں

اطہر سلیمی

اسلامی تعلیمات اور امنِ عالم

اسلام میں حقوقِ انسانی دینِ اسلام کا ایک حصہ ہیں

سیّد عطاء الرحمٰن جعفری بی۔اے (آنرز)

اس حقیقت کو کسی انداز سے نظر انداز نہیں کیا جاسکتا کہ عالم امن کے قیام میں فیصلہ کُن عامل فرد ہی ہے۔ انسان عالم اصغر ہے اور اُس کے باطن میں نہ صرف یہ عالم ارضی بلکہ پوری کائنات منعکس ہے۔ انسان کے باطن پر خارج کے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ اور کائنات ارضی و سماوی کے تمام واقعات و حوادث انسان کی داخلی کیفیات پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ اور واقعہ یہ ہے کہ اس عالم اصغر یعنی انسان کا باطن۔ عالم اکبر یعنی کائنات پر اثر انداز ہوتا ہے اور خارج کی وسعتوں اور پہنائیوں پر اثر ڈالتا ہے۔ لہٰذا نسل انسانی کے افراد میں باطن میں اگر سلامتی و اطمینان موجود ہوگا تو لامحالہ کائنات ارضی و سماوی پر بھی اس کا عکس پڑے گا۔ اور امن عالم کا قیام ممکن ہو سکے گا۔

ہم اس سے انکار نہیں کر سکتے کہ بعض افراد کے داخلی انتشار و فساد کی وجہ سے عظیم خوں ریزیاں ہوتی ہیں۔ اور امن عالم تباہ و برباد ہو رہے ہیں۔ اور اس وقت بھی ذرا سوچیئے تو کریملین اور وہائٹ ہاؤس وغیرہ میں چند انسان کس انداز سے غور کرتے ہیں۔ اور اُن کے عصبی تناؤ اور ان کے ذہنی اختلاف سے ایک ہلاکت خیز جنگ کا سامان ہو سکتا ہے۔

اس میدان میں اسلام کا نقطۂ نظر منفرد ہے۔ اس کی اساس تین بنیادی اعتقادات پر قائم ہے۔ ان کا مجموعی نام ہی ایمان ہے۔ جن کا مادہ امن ہے۔ ایمان کا اصل الاصول ایمان باللہ ہے۔ اور یہی ایمان باللہ انسان کے داخلی امن کا واحد اور مثبت ذریعہ ہے۔ نوع انسان کا جو فرد اِس نعمت عظمٰی سے محروم رہیگا اُسے کسی طرح ذہنی سکون اور قلبی اطمینان حاصل نہیں ہو سکتا۔

افراد نسل انسانی کے باہمی میل جول اور ربط و تعلق سے پہلے خاندان پھر کنبہ اور قبیلہ اور اس سے آگے بڑھ کر معاشرہ اور ریاست وجود میں آئے ہیں۔ اور چونکہ یہ عالم ارضی بہرحال گنتی کے چند معاشروں اور معدودے چند ریاستوں پر مشتمل ہے۔ لہٰذا ان معاشروں اور ریاستوں کے باہمی پُرامن ربط تعلق اور داخلی کو امن عالم سے وہی نسبت ہے۔ جو ایک فرد کے داخلی امن یعنی ایمان کو اس کی خارجی سلامت روی یعنی اسلام سے ہے۔

قرآن میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:-

(ترجمہ) اے لوگو ہم نے تمہیں پیدا کیا۔ ایک مرد و عورت سے اور تمہیں تقسیم کر دیا قبیلوں اور خاندانوں میں کہ تم پہچانے جاسکو۔ اور اللہ کے نزدیک تم میں زیادہ بزرگ وہ ہے جو اللہ سے زیادہ ڈرنے والا ہے۔

اس آیت کریمہ کی روشنی میں تمام انسانوں کے درمیان دو چیزیں مشترک ہیں۔ ایک وحدت خالق اور دوسری وحدتِ آدم۔ روئے زمین پر جتنے بھی انسان آباد ہیں وہ سب اللہ کی مخلوق ہیں۔ لہٰذا باہم مساوی ہیں۔ اور آدمؑ و حوّا کی اولاد ہیں۔ اس لئے آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ ان کے مابین رنگ و نسل کا امتیاز شکلوں اور زبانوں کا اختلاف صرف باہمی تعارف کے لئے ہے۔ ان میں سے کوئی بھی عزّت و شرف کی بنیاد نہیں۔ عزت و شرف کا معیار صرف ایک ہے اور وہ ہے اللہ تعالیٰ کے احکام کی پابندی واطاعت اور تقویٰ۔ یہ ہے اسلام کی وہ تعلیم جس

میں ایک فرد کے داخلی سکون و اطمینان سے لے کر پورے عالم انسانی میں پائیدار اور محکم امن کے قیام کے احکامات مضمر ہیں۔

حقوق انسانی

اسلام میں حقوق انسانی کے بارے میں انداز فکر یہ ہے کہ حقوق انسانی کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائے ہیں۔ یہ حقوق

۱۔ کسی بادشاہ یا مجلس قانون ساز کے دئے ہوئے نہیں ہیں۔ کہ جب چاہیں واپس لے لئے جائیں۔

۲۔ ڈکٹیٹروں کے دئے ہوئے حقوق نہیں ہیں۔ کہ جب چاہیں عطا ہو جائیں اور جب چاہیں واپس لے لئے جائیں۔

اسلام میں حقوق انسانی اللہ کے دئے ہوئے ہیں۔ دنیا کی کوئی مجلس قانون ساز اور دنیا کی کوئی حکومت ان میں رد و بدل نہیں کر سکتی اور ان کو منسوخ کر دینے کا کسی کو حق حاصل نہیں ہے۔ اسلام کے عطا کردہ حقوق انسانی نمائشی حقوق نہیں ہیں کہ کاغذ پر دیے جائیں اور زمین پر چھین لئے جائیں۔ ان کی نوعیت فلسفیانہ افکار کی بھی نہیں ہے کہ جن کے پیچھے کوئی قوت نافذہ نہ ہو۔ اقوام متحدہ کے چارٹر۔ اعلانات اور قرار دادوں کو بھی ان کے مقابلے پر نہیں رکھا جا سکتا۔ کیونکہ وہ کسی پر بھی واجب العمل نہیں ہیں۔

اسلام میں حقوق انسانی دین اسلام کا ایک حصہ ہیں۔ ہر مسلمان ان کو تسلیم کرے گا اور ہر اُس حکومت کو انہیں تسلیم کرنا اور نافذ کرنا پڑے گا کہ جو اسلام کی طرف منسوب ہو۔ اور جس کے چلانے والوں کا دعویٰ یہ ہو کہ ہم مسلمان ہیں۔ انسانی حقوق پر جو اللہ تعالیٰ نے دیئے ہیں۔ اِن کو پامال کرنے والا حاکم اور ان پر عمل نہ کرنے والی حکومتوں کے بارے میں قرآن کا فیصلہ ہے۔ کہ

ترجمہ:- اور جو اللہ کے حکم کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہی لوگ درحقیقت کافر ہیں۔

اس کے بعد قرآن کہتا ہے:-

ھُمُ الظّالمون (وہ ظالم ہیں۔)

اور ھُمُ الفاسقون (وہ فاسق ہیں)، اس بنیادی حقیقت کو ذہن میں رکھ کر آپ دیکھیں کہ اسلام حقوق انسانی کا کیا تصور پیش کرتا ہے۔ اسلام انسان کو جو حقوق عطا کرتا ہے۔ اس کے عنوانات یہ ہیں:-

خالص انسانی حقوق

۱۔ انسان بہ حیثیت انسان کے حقوق

۲۔ زندہ رہنے کا حق

۳۔ حفاظت جان کا حق

۴۔ عصمت عورت کا احترام و حق

۵۔ ہر سائل محروم کا یہ حق کہ اس کی مدد کی جائے۔

۶۔ ہر انسان کا حق آزادی

۷۔ ہر انسان کا یہ حق کہ اس کے ساتھ انصاف کیا جائے۔

۸۔ انسانی مساوات

۹ نیکی میں تعاون اور بدی میں عدم تعاون کا حق۔

برسرِ جنگ دشمنوں کے حقوق

۱۔ غیر متقاتلین کے حق

۲۔ جو لڑنے والے نہیں ہیں ان کو قتل نہ کیا جائے۔

۳۔ زخمی پر حملہ نہ کیا جائے۔

۴۔ قیدی کو قتل نہ کیا جائے۔

۵۔ غنیم کے ملک میں۔ غارت گری۔ لوٹ مار نہ کی جائے۔

۶۔ مفتوح علاقے کے لوگوں سے کوئی چیز مفت یا بلا اجازت نہ لی جائے۔

۷۔ دشمنوں کی لاشوں پر غصہ نہ اتارا جائے۔

۸۔ دشمنوں کی لاشیں دشمنوں کے حوالے کی جائیں۔

۹۔ بدعہدی نہ کی جائے۔

۱۰۔ جنگ سے پہلے اعلان جنگ کا حکم۔

اسلامی ریاست میں شہریوں کے حقوق

۱۔ جان و مال کا تحفظ

۲۔ عزت و آبرو کا تحفظ

۳۔ نجی زندگی کا تحفظ

۴۔ شخصی آزادی کا تحفظ

۵۔ ظلم کے خلاف آواز اٹھانے کا حق

۶۔ آزادئ رائے کا حق

۷۔ آزادئ اجتماع کا حق

۸۔ ضمیر و اعتقاد کی آزادی کا حق

۹۔ مذہبی دل آزاری سے تحفظ کا حق

۱۰۔ یہ حق ایک کے قصور میں دوسرا نہ پکڑا جائے۔

۱۱۔ ہر حاجت مند کا حق کہ اس کی مدد کی جائے۔

۱۲۔ قانون کی نگاہ میں مساوات کا حق

۱۳۔ حاکموں کا قانون سے مالاتر نہ ہونا۔

۱۴۔ حکومت کے کام میں شرکت کا حق

یہ ہے ایک مختصر نقشہ اُن حقوق کا جو آج سے چودہ سو برس پہلے اسلام نے انسان کو۔ برسرِ جنگ لوگوں کو۔ اور اپنی مملکت کے

باقی ۱۱ پر

ارشاداتِ رسولؐ

اچھے نام رکھو

ابو درداءؓ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قیامت کے دن تمہیں تمہارے اپنے اور باپ کے ناموں سے پکارا جائے گا۔ اس لیے تم لوگ اپنے نام اچھے رکھا کرو۔ (احمد، ابو داؤد)

بہترین نام

ابو ذہب جشمیؓ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اپنے نام انبیاء کے ناموں پر رکھا کرو۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہترین نام عبداللہ اور عبدالرحمٰن ہیں۔ نیز (واقعے یا معنی کے اعتبار سے) زیادہ سچے نام حارث (کسب کرنے والا) اور ہمام (قصد و ارادہ) ہیں اور بدترین نام حرب (لڑنا) اور مُرّہ (تلخی) ہیں۔ (ابو داؤد)

اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ انسان کو کس قسم کے نام رکھنے چاہئیں۔ اور کس طرح کے ناموں سے احتراز کرنا چاہیے۔ نام کے اچھے یا بُرے ہونے سے انسان کی شخصیت پر بُرا اثر پڑتا ہے۔ نام خاندانی شرافت کو ظاہر کرتا ہے۔ ماں باپ کی علمیت، سنجیدگی، تربیت و صحبت اور دین اور اللہ کے رسولؐ کے ساتھ ان کے تعلق کو بے نقاب کرتا ہے۔

مسروق کہتے ہیں۔ میں حضرت عمرؓ سے ملنے کے لیے حاضر ہوا۔ پوچھا "تم کون ہو؟" عرض کیا۔ "اجدع کا بیٹا مسروق۔" فرمایا۔ "میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ اجدع شیطان (کا ایک نام) ہے۔ (ابو داؤد)

نفس کو موٹا کرنے والا نام

زینب بنت ابی سلمہؓ کہتی ہیں میرا نام برہ (نیکوکار) رکھا گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "اپنے نفس کی تعریف نہ کرو۔ نیکی کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔ تم اپنا نام زینب رکھو۔ (مسلم)

نام کا اثر

عبدالحمید بن جبیر بن شیبہؒ کہتے ہیں کہ میں سعید بن مسیّب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ انہوں نے یہ حدیث بیان کی کہ میرے دادا جن کا نام حزن تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضورؐ نے ان سے دریافت فرمایا:۔ "تمہارا کیا نام ہے؟"

انہوں نے کہا "حزن"۔

فرمایا۔ "میں تمہارا نام سہل رکھتا ہوں"۔

میرے دادا نے کہا۔ جس نام کو میرے باپ نے رکھا ہے میں اسے تبدیل کرنا نہیں چاہتا۔" سعید ابن مسیّبؒ کہتے ہیں۔ اس بُرے نام کی وجہ سے ہمارا خاندان اب تک سختی کا شکار ہے۔

حزن کے معنی سخت زمین کے ہیں اور سہل کے معنی ہیں نرم زمین۔

اس واقعے سے پتہ چلتا ہے کہ نام کی اچھائی اور برائی انسان کی زندگی پر گہرا اثر ڈالتی ہے۔

نام مت بگاڑو

قرآن کریم کا ارشاد ہے:۔

لَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوقُ بَعْدَ الْإِيمَانِ۔

بُرے القاب کے ساتھ لوگوں کو مت پکارو ایمان لانے کے بعد بُرے القاب سے پکارنا فسق و نافرمانی ہے۔

حضورؐ کا نام اور کنیت رکھنا

ابوہریرہؓ کہتے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے نام اور کنیت کو جمع کرنے سے منع فرمایا ہے۔ یعنی کوئی شخص بیک وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر اپنا نام اور حضورؐ کی کنیت پر اپنی کنیت نہ رکھے۔

منافق کو سیّد مت کہو

حذیفہؓ کہتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا منافق کو سیّد (یعنی سردار آقا) مت کہو۔ اس لیے کہ اگر وہ (اللہ کے نزدیک) سیّد نہیں تو تم نے اپنے پروردگار کو ناخوش کیا۔ (ابوداؤد)

بُرے نام بدل دو

اُمّ المومنین حضرت عائشہ کہتی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بُرے نام کو بدل دیا کرتے تھے۔ (ترمذی)

بشیر ابن میمون اپنے چچا اسامہ بن اخدریؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کچھ لوگ حاضر ہوئے۔ ان میں سے ایک شخص کا نام اصرم (درخت کاٹنے والا) تھا۔۔۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے دریافت فرمایا۔ "تمہارا کیا نام ہے؟"

"اصرم"۔ اس نے جواب دیا۔

فرمایا۔ (اصرم نہیں) زرعہ کہو۔ (زرعہ کھیتی بونے والے کو کہتے ہیں) (ابوداؤد)

یہود و نصاریٰ کا اتباع

حضرت ابی سعیدؓ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ البتہ ضرور تم پہلے لوگوں کے طریقوں کی تابعداری کروگے۔۔۔ بالشت کے ساتھ بالشت اور ہاتھ کے ساتھ ہاتھ پورے اترو گے۔ یہاں تک کہ اگر کوئی گوہ کے بل میں گھسا تھا تو تم بھی گھسو گے۔ عرض کی گئی۔ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) آپؐ کی مراد یہود اور نصاریٰ ہیں۔ آپؐ نے فرمایا۔ اور کون ہو سکتا ہے۔

اس پیش گوئی کی صداقت آج دنیا میں موجود ہے کہ مسلمانوں کے اندر تقریباً وہ تمام امراض مہلکہ روحانی شرک و کفر کے آچکے ہیں جو یہود و نصاریٰ میں موجود تھے۔ قرآن مجید میں اہل کتاب کے امراض پڑھیے اور پھر مسلمانوں میں غور کر کے دیکھیے۔ (حضرت شیخ التفسیرؒ)

نیک آدمی رخصت ہو جائیں گے ردّی رہ جائیں گے

حضرت مرداس الاسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کے نیک بندے یکے بعد دیگرے رخصت ہو جائیں گے اور ایسے ردّی رہ جائیں گے۔ جس طرح جَو اور کھجور میں سے ردّی رہ جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کو ان کی کوئی پرواہ نہیں ہو گی۔

بقیہ: چنیوٹیؒ

سلمان کی موت تھی۔ مولانا چنیوٹی کے خاندان کے لئے زبردست صدمہ ہے حضرت مولانا عبیداللہ انور نے دعا فرمائی۔ اور مولانا کے نام تعزیت کا پیغام بھی۔ مولانا حمید الرحمٰن امیر نظام العلماء لاہور نے تعزیت کی۔ ایڈیٹر خدام الدین اپنے رفقاء مولانا عبدالرؤف فاروقی اور میاں ریاض الحق سمیت چنیوٹ گئے۔ اور تعزیت کی۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے پسماندگان و متعلقین کو صبر و اجر جزیل سے نوازے اللھم اغفر لھم وارحمھم (ایڈیٹر)

دنیا کی کوئی قوم اپنا اصول چھوڑ کر زندہ نہیں رہ سکتی

اسلامی فلاحی مملکت کے خدوخال

سید عطاء الرحمٰن جعفری بی۔ اے (آنرز)

علم سیاسیات میں مملکت کے چار اجزا بیان کئے گئے ہیں۔ (۱) آبادی (۲) علاقہ (۳) منظم حکومت (۴) اقتدار اعلیٰ، اسلامی مملکت بھی ان چار عناصر سے مبرا نہیں۔ لیکن اس میں اقتدار اعلیٰ اور منظم حکومت کی صورتیں دیگر مملکتوں سے مختلف ہوتی ہیں۔ اس ریاست میں منظم حکومت چاہے اس کی شکل کوئی سی ہو، ایسے افراد کے ہاتھوں میں ہوتی ہے جو سیرت کے اعلیٰ مقام پر فائز ہوتے ہیں۔ اس منظم حکومت میں عام حکومتوں کی طرح حاکم محکوم طبقے نہیں ہوتے بلکہ سب قانون خداوندی کے محکوم ہوتے ہیں۔ حتیٰ کہ سربراہ مملکت بھی اس قانون سے مستثنیٰ نہیں ہوتا۔ یہ جماعت نظام خداوندی کی عملی تشکیل کا بیڑا اس طرح اٹھاتی ہے کہ اپنی ذات کے لئے کوئی خاص مراعات روا ہی نہیں رکھتی۔ یہ جماعت خدائے لم یزل کے رزق کے وعدے کا اس طرح ایفا کرتی ہے کہ کوئی فرد بشر ان کی مملکت میں بھوکا نہیں سوتا۔ وہ عوام کے لئے رزق کریم کی ذمہ داری پوری کرتی ہے اور عوام کے نان و نفقہ۔ مکان اور علاج معالجہ کی ضروریات کو پورا کرتی ہے۔ ایک غیر اسلامی فلاحی مملکت بھی اس پروگرام کو اپنانے کا وعدہ کرتی ہے۔ لیکن دونوں میں فرق یہ ہے کہ غیر اسلامی فلاحی مملکت میں ضرورتمند کو خود عمال حکومت کے پاس پہنچنا پڑتا ہے۔ جو کہ فی زمانہ ایک بہت مشکل امر ہے۔ اور اسلامی فلاحی مملکت خود ایسے افراد کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر ان کی ضروریات ان تک پہنچاتی ہے۔ جیسا کہ ایک بڑھیا نے حضرت عمرؓ سے کہا تھا کہ اگر عمرؓ خلیفہ کی حیثیت سے عوام کی ضروریات کا خیال نہیں رکھ سکتا تو اُسے خلیفہ بننے کا کوئی حق نہیں۔ ایک عام مملکت کو عوام کی کردار سازی سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ مملکتوں میں فرد کو بالکل آزاد چھوڑ دیا گیا ہے۔ اور کہیں اس کی شخصیت کو مسخ کر کے اِسے مشین کا ایک پرزہ سمجھ لیا گیا ہے۔ لیکن اسلامی مملکت صرف عوام کی مادی ضروریات بہم رسانی تک خود کو محدود نہیں رکھتی۔ بلکہ ان کی ذات کی نشوونما میں بھی ان کی مدد کرتی ہے۔ جس مملکت میں ہر فرد یہ خیال کرے [illegible] اس کی ذات کی نشوونما۔ اس کی آخر[illegible] کی نجات فی سبیل اللہ میں مضمر ہے۔ یعنی دوسروں کو دینے میں دوسروں کی مد[illegible] کرتے ہیں اور جس میں حسن کلام تک [illegible] نیکی میں شمار کر لیا گیا ہو۔ اس معاشرہ [illegible] چھینا جھپٹی اور لوٹ کھسوٹ کیسے پیدا ہو سکتی ہے۔

عرب جیسے ملک میں جہاں قبیلوں کی گزر اوقات ہی لوٹ اور ڈاکہ زنی پر تھی۔ وہاں یہ حالت ہو گئی تھی کہ یثرب سے شام تک ایک اکیلی زیوروں سے لدی ہوئی عورت سفر کر سکتی تھی اور اس پر ہاتھ اٹھانے والا کوئی نہیں ہوتا تھا جس نظام میں زر کو بلا ضرورت جمع کرنے کو اتنا جرم عظیم سمجھا جائے کہ سونے چاندی کو قیامت کے دن اس شخص پر داغے جانے کی وعید سنائی گئی ہو۔ وہاں زر و مال کو بے جا سنبھالنے اور چھپانے کی نوبت کہاں آئے گی۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارا مال وہی ہے جو تم اللہ کی راہ میں خرچ کر جاؤ گے۔ جو چھوڑ جاؤ گے وہ تمہارا

مال اس لئے نہیں ہے۔ اُسے تمہارے وارث صرف کریں گے۔ اس لئے وہ تمہارا مال نہیں اُن کا مال ہوگا۔ اب یہ کون گوارا کرے گا کہ محنت بھی کرے دکھ بھی اٹھائے اور پھر روز قیامت جوابدہی کے عذاب کا بھی سامنا کرے۔

دنیا کی کوئی قوم اپنا اصول چھوڑ کر زندہ نہیں رہ سکتی۔ موت جب ہی وارد ہوتی ہے جب قومیں اپنے اصول زندگی سے محروم ہوجائیں۔ عالم اسلام۔ اسلام کی بدولت ہی وجود میں آیا۔ اس کی ہستی اسلام سے وابستہ ہے۔ اور اسلام کی بدولت اس میں پھر زندگی پیدا ہوگی۔ قانون قدرت یہ ہے۔ کہ اگر کسی قوم کو زندگی کی آرزو ہے تو اسے زندگی دی جائے۔ اگر اسلام کی بھی کوئی تقدیر ہے تو پھر سمجھ لو کہ اسلام بھی ایک حقیقت ہے۔ اور یہ حقیقت ہمیشہ قائم رہے گی۔

لہٰذا باوجود زوال وانحطاط عالم اسلام پھر بھی زندہ ہوگا۔ اور انشاء اللہ العزیز ضرور ہوگا۔

خدام الدین کا سیرت نمبر دیکھ کر

از سید عطاء الرحمٰن جعفری بی اے آنرز

وُہ جس کی دِید کا مُشتاق اِک زمانہ ہے
وُہی مبارک خدّام الدّین کا آستانہ ہے
ہے سیرتِ کون و مکاںؐ رقم اِس میں
ورق ورق سے عیاں شانِ خسُروانہ ہے
شگفتہ نعت و مناقب کے ہیں ہزار چمن
بہارِ خلد ہر عنوان ہر فسانہ ہے!
کہیں دُعاؤں کے نغمے کہیں مُناجاتیں
کہیں سلاموں کی دُھن میں کوئی فسانہ ہے

اطلاع

راقم ناظم بحیثیت بانی ادارہ و مہتمم جامعہ رشیدیہ (رجسٹرڈ) ساہیوال اپنی امراض و اعذار کی بنا پر ۱۴۰۲ھ جمادی الاولیٰ سے بلا معاوضہ رخصت لیتے ہوئے جامعہ کے جملہ اختیارات اور مدرسہ کا نظم و نسق امیر الجامعہ حضرت مولانا الحاج حافظ محمد عبداللہ صاحب مدظلہ شیخ الحدیث جامعہ ہذا کو تفویض کرتا ہوں۔ آپ حسب دستور ارکانِ شوریٰ کے ذریعہ تقسیم کار کرکے مدرسہ کے جملہ امور سرانجام دینگے

والسلام

راقم آثم فاضل حبیب اللہ
غفرلہ اللہ

جامع مسجد شیرانوالہ میں

آیتِ کریمہ

یکم اپریل بعد نماز مغرب پڑھی جائیگی انشاء اللہ تعالےٰ

ضلع بلند شہر (یوپی) کے باشندگان کے لئے

یوپی کے مشہور ضلع بلندشہر کے باشندگان کا ایک اجلاس گذشتہ دنوں منعقد ہوا۔ آئندہ بہت جلد ایک ملک گیر کنونشن منعقد ہوگا۔ ملک کے مختلف حصوں میں موجود باشندگانِ ضلع اس پتہ پر فوراً رابطہ قائم کریں۔

زاہد بلند شہری
ایڈیٹر ترجمان اسلام۔ رنگ محل لاہور

نذرِ عقیدت

حضرت الحاج مولانا محمد زکریا صاحب شیخ الحدیث سہارنپوری —— عثمانی

اے شہنشاہِ ولایت صاحبِ عالی دماغ
ظلمتوں میں حکمت و عرفاں کے ایک روشن چراغ
اے مفسّر اے محدّث اے امام الاتقیاء
کِشتیِ مِلّت کا تُو اس دَور میں ہے ناخدا
پیرِ دانا جس کو کہتے ہیں وہ تیری ذات ہے
حکمتوں کا ایک خزانہ تیری ایک ایک بات ہے
تیری خدماتِ جلیلہ بے نظیر و بے مثال
ایسے زمانے میں درخشاں آفتابِ لازوال
بحرِ عرفانی کا بے شک دُرِ یک دانہ ہے تُو
گلستانِ علم و تقویٰ کا گُلِ رعنا ہے تُو
جو ہزاروں سال میں پیدا ہو وہ گوہر ہے تُو
بے گمان بے شبہ فضلِ خالقِ اکبر ہے تُو
آج حاتم بھی ہے نادم تیری خوانِ عام پر
اللہ اللہ یہ نظر مہمان کے اکرام پر
تیری ذات پاک پر اللہ کا انعام ہے
تیری مجلس میں خدا کا ذکر صبح و شام ہے
تجھ سے روشن خانقاہ و مدرسہ کی انجمن
ہر ہوسناکے نہ داند جامِ سنداں باختن

حضرت اُمّ معبد بن کعب انصاری رضی اللہ عنہا

محمد اسحٰق بھٹی

حضرت ام معبد بن کعب بن مالک انصاری رضی اللہ عنہا مدینہ کے قریب ایک گاؤں کی رہنے والی تھیں۔ ان کا گاؤں اس راستہ پر پڑتا تھا جو مکہ سے مدینہ کو آتا تھا۔

قبولِ اسلام

یہ ہجرت کے زمانہ میں مسلمان ہوئیں۔ ان کا قبول اسلام کا واقعہ یہ ہے کہ جب مسلمان مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ آ رہے تھے تو اس زمانہ میں مسلمانوں کے ایک قافلے نے ان کے گاؤں کے قریب قیام کیا۔ وہاں پانی کا ایک گھاٹ تھا جو اس گاؤں کے قبضہ میں تھا۔ مسلمانوں نے وہاں کے باشندوں نے پانی استعمال کرنے کی اجازت مانگی۔ انہوں نے پانی کی اجازت بھی دے دی اور ان کے کھانے کا انتظام بھی کیا۔ عربوں کی مہمان نوازی ساری دنیا میں مشہور ہے۔ انہوں نے اہل قافلہ سے سوال کیا کہ تمہارے ادھر آنے کی کیا وجہ ہے اور تم کیوں ترکِ وطن کر رہے ہو؟ انہوں نے جواب میں ہجرت کا سارا پس منظر بیان کیا۔ اور بتایا کہ ہم اللہ اور اس کے رسولؐ کے حکم کے مطابق یہ قدم اٹھا رہے ہیں۔ اس سے وہ بہت متاثر ہوئے اور مسلمانوں سے کامل ہمدردی کا برتاؤ کیا۔ اس مقام پر مسلمانوں کا یہ قافلہ چار دن مقیم رہا اور ان کی مہمان نوازی سے بہت اثر پذیر ہوا۔ اسی دوران میں اس قبیلے کے کچھ لوگوں نے اسلام بھی قبول کر لیا۔ جن میں حضرت ام معبد بن کعب بھی شامل تھیں۔

آنحضرتؐ کی خدمت میں

چار دن کے قیام کے بعد یہ قافلہ تو مدینہ منورہ کو روانہ ہو گیا لیکن گاؤں کے باشندوں میں اسلام کے بارے میں طلب و جستجو کا ایک جذبہ چھوڑ گیا۔ ابھی ایک ہفتہ ہی گذرا تھا کہ اس گاؤں کے چند معزز افراد مدینہ منورہ کو روانہ ہو گئے۔ وہاں انہوں نے مدینہ کے ان لوگوں سے ملاقات کی، جن کے ساتھ وہ پہلے سے راہ و رسم رکھتے تھے لیکن اب وہ لوگ اسلام سے بہرہ ور ہو چکے تھے۔ ان کے ساتھ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و اصحابہ وسلم کی خدمت میں حاضری دی۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ و اصحابہ وسلم انہیں بہت محبت کے ساتھ ملے اور اسلام سے متعلق چند بنیادی باتیں کیں۔ ان لوگوں کے ساتھ حضرت ام معبدؓ بھی تھیں۔ باقی لوگ تو چار پانچ روز کے بعد واپس چلے گئے مگر حضرت ام معبدؓ وہیں ٹھہر گئیں۔

ام معبد کا شوہر مدینہ میں

پندرہ دن کے بعد حضرت ام معبدؓ کے شوہر حضرت مالکؓ انصاری رضی اللہ عنہ بھی جو اسلام قبول کر چکے تھے مدینہ منورہ آ گئے۔ انہوں نے پہلے تو اپنے ایک قرابت دار کے مکان پر قیام کیا۔ پھر مسجد نبوی میں آ گئے۔ کچھ دنوں کے بعد مدینہ کے ایک سرے پر اپنا مکان تعمیر کر لیا۔ اب میاں بیوی اسی مکان میں منتقل ہو گئے اور مستقل طور سے مدینہ ہی کو اپنا مسکن قرار دیدیا۔

باقی باقی

○

تعارف و تبصرہ

عمدۃ السلوک

تالیف: حضرت مولانا سید زوار حسین شاہ صاحبؒ
قیمت: -/۲۴ روپے
ملنے کا پتہ: ادارہ مجددیہ ۲/۵ ایچ ناظم آباد ۳ کراچی ۱۸

حضرت مولانا سید زوار حسین شاہ صاحب قدس سرہٗ ایک ایسے مرد صالح اور باخدا انسان تھے جن کی موت واقعۃً موت عالم ہوتی ہے۔ یہی حضرات ہیں جن کا دنیا سے اُٹھ جانا ایک تحریک، ادارہ اور انجمن کی موت ہوتی ہے۔ کیا انسان تھے کہ دیکھ کر پچھلے دور کے بزرگ یاد آ جاتے۔ علم و عمل کا حسین مرقع، شرافت و نجابت کی تصویر، علوم شریعت و طریقت کے بحرِ ذخار،

ع: افسوس آں قدح بشکست و آں ساقی نماند

آپ نے چند در چند کتابیں لکھیں اور ہر کتاب اپنے عنوان پر بلاشبہ حرف آخر کا درجہ رکھتی ہے۔ عنداللہ مقبولیت کا اندازہ اس بات سے بھی ہوتا ہے کہ ایک ایک کتاب کے کئی کئی ایڈیشن نکلے۔ اور لوگوں کی تڑپ اسی طرح باقی ہے۔ زیر تبصرہ کتاب کا عنوان اور موضوع نام سے ظاہر ہے

اس کا پانچواں ایڈیشن آپ کے مرید صادق اور ہمارے محترم کرم فرما حاجی محمد اعلیٰ صاحب کی کوشش سے سامنے آیا ہے اور پہلے تمام ایڈیشنوں سے کتابت و طباعت اور ظاہری خوبیوں کے اعتبار سے کہیں بلند پایہ۔ آپ نے یہ کتاب اپنے مرشد و شیخ طریقت حضرت حاجی محمد سعید صاحب قریشی قدس سرہٗ کے حکم و ایماسے لکھی۔ دو حصے ہیں درمیانے سائز کے ۲۶۸ صفحات ہیں اور اسلامی سلوک و تصوف کے جملہ پہلوؤں کو حاوی۔ ہمیں یقین ہے کہ حاجی محمد اعلیٰ صاحب جنہیں اپنے شیخ سے بے پناہ لگاؤ ہے اور جن کی سعی سے یہ ایڈیشن بھی چھپا ہے۔ ان کا خلوص رنگ لائے گا اور لوگ کثرت سے اس گنجینہ علم و عرفان سے استفادہ کریں گے۔ اللہ تعالیٰ حضرت مؤلف قدس سرہٗ کے درجات بلند فرمائے، ناشر کو اجر جزیل دے اور ایسی پاکیزہ لٹریچر سے امت کو استفادہ کی توفیق دے۔

فکرِ اسلامی کی تشکیلِ جدید

مرتبہ: ضیاء الحسن فاروقی، مشیر الحق
قیمت: (۹)
ملنے کا پتہ: مکتبہ رحمانیہ اردو بازار، لاہور

دسمبر ۱۹۷۶ء کی بات ہے دہلی کی مشہور عالم درسگاہ جامعہ ملیہ اسلامیہ جس کا سنگ بنیاد حضرت شیخ الہند قدس سرہٗ نے رکھا تھا، میں ایک سیمینار منعقد ہوا جس کا اہتمام ذاکر حسین انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز نے کیا اور جس کا موضوع تھا "فکر اسلامی کی تشکیل جدید" اس سیمینار میں ہندوستان کی نامور علمی شخصیات نے شرکت کی اور اپنے اپنے موضوع پر انتہائی قیمتی مقالات پڑھے۔ آپ موٹے موٹے عنوانات دیکھیں۔ تشکیل نو، کیوں اور کیسے؟ تشکیل نو اور فقہ و اصول فقہ، تشکیل نو تصوف و کلام کی روشنی میں، تشکیل نو روایت اور تجدد، تشکیل نو نیا زمانہ نئے مسائل، تشکیل نو مطالعہ شخصیات اور تشکیل نو نئے نقطہائے نظر۔ ان اصولی عنوانات کے تحت ۲۵ کے قریب مقالے پڑھے گئے اور مقالے پڑھنے والوں ۔۔۔، ہندوستان کی ہر قابل ذکر قدیم و جدید درسگاہ کے فاضل اساتذہ شامل تھے. دارالعلوم دیوبند، ندوۃ العلماء لکھنؤ،

جامعۃ الرشاد اعظم گڑھ، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، اکادمی آف اسلامک اسٹڈیز حیدر آباد دکن، دار المصنفین اعظم گڑھ، اسلامک اسٹڈیز وشوا بھارتی سانتی نکیتن، ودیا بجوتی انسٹی ٹیوٹ دہلی، جامعہ ملیہ، دہلی یونیورسٹی۔ مدراس یونیورسٹی، کشمیر یونیورسٹی، عثمانیہ یونیورسٹی حیدر آباد جیسی درسگاہوں کے اساتذہ نے جو مقالات پڑھے ہوں گے ان کے ٹھوس اور باوقار ہونے میں کیا شبہ ہو سکتا ہے؟ کسی مقالہ نگار کے خیالات سے خالص علمی بنیادوں پر اختلاف رائے کا حق رکھنے کے باوجود ہم یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ وہ ملک جس کے کروڑوں مسلمانوں کو ہم نے حالات کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا تھا وہ علمی کام کر رہے ہیں، جس کی توفیق آزادی یافتہ مسلمانوں کو اب تک نہیں ہو رہی۔ آپ کتاب پڑھیں گے تو ہماری اس رائے سے اتفاق کریں گے۔ ملت کو مکتبہ رحمانیہ کے ارباب حل و عقد کا شکر گزار ہونا چاہئے کہ انہوں نے یہ ٹھوس علمی کتاب شائع کی۔ جامعہ کے فاضل اساتذہ نے اسے مرتب کیا اور اب یہ تحفۂ علم و حکمت ہمارے سامنے ہے۔ ہم اس کے مطالعہ کی زبردست سفارش کرتے ہیں۔

اسلام کا نظام قضا اور نشۂ اقتدار

یہ دونوں کتابیں پشاور کے مشہور عالم مولانا محمد یوسف صاحب کے قلم سے ہیں۔ مولانا المحترم ایک پختہ کار عالم اور صاحب تصانیف کثیرہ بزرگ ہیں۔ پہلے بھی کئی چیزیں ان کے قلم سے نکل کر ہر خاص و عام سے خراج تحسین حاصل کر چکی ہیں۔

اسلام کا نظام قضا ایک اچھی کتاب ہے جس کا مطالعہ آج کی اہم ترین ضرورت ہے اس کا ہدیہ -/۵ روپے ہے۔ جبکہ نشۂ اقتدار اپنے موضوع پر ایک اچھوتی کتاب ہے۔ مولانا نے قرآن اور تاریخ کے حوالے سے اہل اقتدار کی خرمستیوں اور ان کے انجام بد کا مؤثر طریق سے ذکر کیا ہے۔ یہ کتاب ان لوگوں کی آنکھیں کھولنے کے لئے کافی ہے جو دولت و اقتدار کے نشہ میں مست ہو کر انسانی اقدار سے بے بہرہ ہو جاتے ہیں — مولانا کا مقصد بھی ایسے لوگوں کو جھنجھوڑنا ہے — ہمیں یقین ہے کہ ارباب جاہ و مال اس سے عبرت حاصل کر سکیں گے اور مولانا کی محنت ٹھکانے لگے گی۔ -/۱۲ روپے اس کا ہدیہ ہے۔

یہ دونوں کتابیں مؤتمر المؤلفین جامعہ اشرفیہ پشاور سے دستیاب ہیں۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی کو صدمہ

ہمارے محترم کرم فرما مولانا منظور احمد چنیوٹی کے والد بزرگوار گذشتہ جمعرات انتقال کر گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

مرحوم پرانی وضع کے مسلمان تھے۔ عقائد میں زبردست صلابت و پختگی تھی۔ علماء کی صحبت شروع سے ان کا اوڑھنا بچھونا رہی — دار العلوم دیوبند کے سفراء اس زمانہ میں آتے تو نہ صرف خود انکی بے پناہ خدمت کرتے بلکہ اپنے چھوٹے بچوں کی صندوقچیوں میں جو چند روپے جمع ہوتے انہیں ترغیب دے کر چندہ میں دلا دیتے۔ مولانا حبیب اللہ فاروقی مرحوم کے زیر اثر اپنے ایک فرزند مولانا منظور احمد کو دینی علوم کی راہ پر لگایا۔ اور اب بحمد اللہ ان کے خاندان میں اہل علم اور حفاظ کی ایک معقول تعداد موجود ہے۔ زندگی میں نماز ایک قضا نہ ہوئی۔ نوافل کا زبردست اہتمام تھا۔ صلوٰۃ التسبیح بعد از مغرب التزام سے پڑھتے۔ حتیٰ کہ اپنی وفات سے ایک دن پہلے بھی پڑھی۔ آخری دنوں میں دل کی تکلیف کے متعدد حملے ہوئے لیکن آواز کی گھن گرج برابر قائم رہی۔ ربوہ کے کسی ڈاکٹر کے ضمن میں سرسری ذکر آیا تو سختی سے روک دیا۔ آخری اوقات میں ہوش و حواس قائم رہے۔ اولاد کو نصیحت کی کہ اپنے منہ سے اپنی تعریف نہ کرنا اور بڑے بول نہ بولنا۔

بہر حال ایک غیور اور دردمند مسلمان تھے وہ چل بسے۔ اپنی نیکی و شرافت کا پھل انہوں نے دنیا میں دیکھا اور ان کی موت ایک سچے

طبی مشورے

حکیم آزاد شیرازی

براہ راست جواب کے خواہشمند حضرات جوابی لفافہ ضرور روانہ کریں۔

حکیم آزاد شیرازی اندرون شیرانوالہ دروازہ لاہور

پھیپھڑوں میں تکلیف، پیٹ میں گیس

س: بندہ ایک سال سے پہلے بائیں پستان کے نیچے درد محسوس کرتا تھا۔ اس وقت سینہ میں کندھے کے سامنے والی ہڈیوں کے نیچے اور ان کے اندر پھیپھڑوں میں سخت تکلیف ہوتی ہے۔ درد کبھی نیچے اور کبھی اوپر بڑھ جاتا ہے۔ سینے میں جلن بھی ہوتی ہے۔ کھانسی کی شکایت نہیں۔ البتہ بلغم خارج ہوتا ہے۔ اور پیٹ میں گیس بہت پیدا ہوتا ہے۔ براہ مہربانی کوئی دیسی آسان نسخہ تجویز فرمائیں۔ بہت علاج کرائے آرام نہیں آیا۔

عبدالعزیز مدرسہ عربیہ انوریہ، طاہروالی حبیب آباد ضلع بہاولپور

ج: دیسی، آسان اور سستا نسخہ حاضر ہے:۔

۱۔ ہلدی ½ تولہ، شیر مدار ۶ ماشہ، ہلدی کو باریک پیس لیں اور کپڑ چھان کر لیں۔ اب اس میں تازہ شیر مدار ۶ ماشہ ملا کر کسی نہ گھسنے والے کھرل میں آدھ گھنٹہ تک برابر کھرل کریں یہ دونوں چیزیں یک جان ہو جائیں۔ نسخہ تیار ہے۔

روزانہ نصف رتی کی مقدار میں تین خوراکیں صبح دوپہر شام تازہ پانی کے ساتھ کھائیں۔

۲۔ سینے بازو اور گدی پر روزانہ رات سوتے وقت روغن زیتون کی مالش کریں اور ایک چمچی روغن زیتون پاؤ بھر گرم دودھ میں ملا کر پیئیں۔

۳۔ ہفتے میں ایک بار دن کے وقت کیسٹر آئل ۵ تولہ، پاؤ بھر گرم دودھ (چینی زیادہ ڈالیں) میں ملا کر پیا کریں۔ بادی اور ثقیل اشیاء، چاول دال ماش، گوبھی، بینگن، اروی، بھنڈی اور انڈے سے پرہیز کریں، تازہ سبزیاں پھل ہر قسم کا بکثرت استعمال کریں۔

دردِ پُشت، منہ کے چھالے، رعشہ، ورمِ معدہ

س: (ا) ایک دوست فیض محمد صاحب کو کافی عرصہ سے پیٹھ میں درد رہتا ہے۔ عمر ۴۰ سال ہے۔

(ب) ایک برخوردار عمر بیس سال کا منہ عموماً پکا رہتا ہے۔

(ج) ایک بچہ عمر ۱۲ سال کے ہاتھ پاؤں میں رعشہ ہے۔

(د) ہمارے امام مسجد عمر ۶۵ سال کے معدہ میں ورم ہے۔

(ہ) کیا سفوف فرحت ہر موسم میں استعمال ہو سکتا ہے۔ کون سے امراض میں مفید ہے؟ نرخ بھی تحریر کریں۔

محمد امیر وٹو
نزد تاج مسجد نواب شاہ (سندھ)

ج۔ (ا) پیٹھ کے درد کے لئے ارنڈ کے پتے سائے میں خشک کر کے پیس لیں۔ روزانہ ۳ ماشہ یہ سفوف پاؤ بھر گرم دودھ کے ساتھ رات سوتے وقت کھلایا کریں (ب) منہ کے چھالوں کے لئے لیموں، سنگترے، مالٹے اور انار کا جوس پلایا کریں (ج) روغن زیتون کی مالش کریں، روغن زیتون کی ایک چھوٹی چمچی روزانہ پلایا کریں۔ جوارش فرحت ایک ایک ماشہ صبح و شام دودھ کے ساتھ دیں۔ روزانہ ناشتہ میں ایک انڈا ہاف فرائی کھلایا کریں۔ تفصیل کے لیے جوابی لفافہ لکھیں (د) باجرہ اور نمک کی پوٹلی بنا کر توے پر سینک کر ٹکور کیا کریں (ہ) سفوف فرحت ۵ روپے تولہ ہے گرمی کے تمام امراض میں مفید ہے۔ ہر موسم میں استعمال ہو سکتا ہے۔
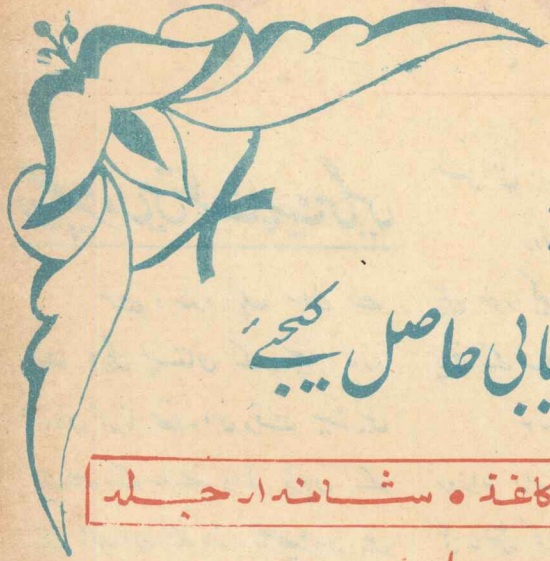
ٹیلی فون نمبر ۶۳۹۸۴
ہفت روزہ خدام الدین لاہور
رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۷۴
منظور شدہ محکمہ تعلیم
قرآن پاک
پڑھیے — عمل کیجیے
— اور دارین میں کامیابی حاصل کیجیے
بہترین طباعت سے آراستہ ۔ عمدہ کاغذ ۔ شاندار جلد
حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کا
مترجم و محشّٰی
قرآن عزیز
خود بھی پڑھیے اور دوسروں کو بھی پڑھائیے
قسم اعلیٰ ۲۰/۰ روپے قسم اول ۸۲/۰ روپے قسم دوم ۵/۰۰ روپے قسم سوم ۵۰/۰ روپے
ناشر
انجمن خدام الدین شیرانوالہ دروازہ لاہور